[illegible]

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين

الحمد للہ والمنۃ کہ درین ایام سعادت انجام کتاب فیض انتساب نافع بہر عوام در رشید

الکتاب المجید

فی

وجوب التقلید

از تالیفات مولانا محبوب احمد المعروف خیر شاہ صاحب حنفی نقشبندی مجددی امرتسری

حسب فرمائش عبدالاحد اپیل نویس و تاجر کتب

امرتسر

[illegible]

۱۳۲۰ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

النعمان سوشل میڈیا سروسز

کی فخریہ پیشکش

دفاع احناف لائبریری

سینکڑوں کتب کا بیش بہا ذخیرہ

"دفاع احناف لائبریری" ایپلیکیشن پلے سٹور سے ڈاؤنلوڈ کریں

Www.AlnomanMedia.com

AlnomanMediaServices@gmail.com

Facebook.com/AlnomanMediaServices

الکتاب المجید
فی
وجوب التقلید

ناظرین اہل دین پر واضح ہو کہ اس رسالہ ہدایت مقالہ میں حضرت مصنف نے نہایت متانت و تہذیب مسئلہ تقلید کو عمدہ پیرایہ میں صاف بیان فرمایا ہے پیشتر اگرچہ علماء دین نے صدہا نہیں بلکہ ہزارہا رسائل و تقلید پر لکھے مگر ایسا سلیس اردو۔ صاف الفاظ۔ مدلل بآیات واحادیث۔ بلا ضد و نفسانیت عام فہم طرز مفید تحریر فلاسفہ میں دیکھا گیا تقلید کا وجوب بہر نیم روز کیطرح روشن ہوگیا۔ بعد ترمے کے کل جھگڑے طے ہوگئے بلکہ مصنف کا دعویٰ ہے کہ قیامت تک جسقدر تقلید پر اعتراضات ہونگے انکے کلی طور پر اصولی قاعدہ سے جوابات دیئے گئے ہیں۔ یہ لطف یہ کہ ہر اک بحث نئی ہر اک دلیل جدا۔ ناظرین اگر اسکو بار بار مطالعہ فرمادینگے تو نئے سے نیا حظ اٹھائینگے اور بہتر سے بہتر مضمون پائیں گے چونکہ غیر مقلدین کے ساتھ یہی مسئلہ زیادہ تر معرکۃ الآراء ہے اسلئے لازم ہے کہ اسکو اچھی طرح پڑھیں اور یاد کریں تاکہ آئندہ دیگر مسائل کا فیصلہ آسان ہو جائے۔ ممکن ہے کہ کوئی مخالف اہلسنت اپنی ضد وحسد پورا کرنیکے واسطے اس رسالہ کے جواب لکھنے کی جرأت کرے اور آیات و احادیث کو توڑ مروڑ کر بصورت کتاب بڑے نام جواب مشہور کرے مگر منصف مزاج پھر اسکا اول آخر تک بلبار مطالعہ کریں ضرور امید ہے کہ حق واضح ہوگا ہم نے بغرض رفع شکوک و اوہام و دفع وساوس یہ رسالہ بصد محنت سے چھپوایا ہے اور قیمت اسکی بمقابلہ محنت و جانفشانی کے بہت ہی کم مقرر کیگئی ہے۔ یعنے ۵ر مع محصول جو کہ راقم سے بہ پتہ ذیل مل سکتی ہے۔

راقم فقیر عبدالاحد اپیل نویس و تاجر کتب اپیل بازار امرتسر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الرَّؤُفِ الرَّحِیْمِ

سپاس بےقیاس اس ذات واحد مطلق کو جس نے اپنی معرفت کے واسطے انبیاء و اولیاء و علماء کو پے در پے ارسال فرمایا۔ اور درود نامعدود و سلام غیر محدود اُسکے حبیب پاک پر جسکے ذریعہ ہمکو شریعت و طریقت و معرفت حاصل ہوئی۔ اور ہزاراں تحائف اُسکے آل و اصحاب و اولیاء پر جنکے طفیل اسرار قرآنی و رموز فرقانی اس امت پر کھل گئے۔ **اَمَّا بَعْدُ** واضح ہو کہ دین حق و راہ صادق ہمکو بذریعہ علماء دین و صلحاء کاملین بتواتر ملا۔ پھر اگر علماء و صلحاء کو گمراہ سمجھکر اُنکی تقلید ترک کیجائے تو پھر اسلام کا کچھ حصہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ احکام اسلامیہ و مسائل شرعیہ نقلی ہیں اور اُنکے ناقلین علماء و صلحاء رہیں (دیکھو رسالہ الانصاف) اگر اُنکی تقلید کو ترک کر دیا تو گویا صاف طور پر دین کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ دین ہاتھ آیا تقلید کے ذریعہ تو جب تقلید چھوڑی تو دین گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اب اگر صرف الفاظ قرآن پر دارمدار ہے تو غیر مجتہد و بےعلم کو شیطان ہزارہا مقامات پر گمراہ کرنے کو تیار ہے۔ چنانچہ چکڑالوی و نیچری و مرزائی۔ دین کی حقیقت سب کو معلوم ہے۔ پھر اگر خالی احادیث پر نتیجہ کیا جائے تو اُنکی صحت و سقم پر تحقیق و تصدیق ضروری ہے۔ کیونکہ بلا تفتیش و تحقیق جرح و تعدیل کا ثبوت محال ہے۔ اور یہی کام زیادہ تر مجتہد کے متعلق ہے۔ تمام محدثین مثل بخاری و مسلم وغیرہما

کو ان میں بہت کم حصہ ہے بمقابلہ حضرات مجتہدین رحمہم اللہ کے۔ پھر اگر بلا تحقیق و تصدیق احادیث
کو اپنا مدار اعمال ٹھہرایا تو اسمیں سخت گمراہی کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ فرمایا حضرت سفیان بن عیینہ
رضی اللہ عنہ نے اَلْحَدِیْثُ مُضِلَّۃٌ اِلَّا لِلْفُقَہَاءِ کما نقلہ الامام العلامۃ ابن الحاج مالکی
فی مدخلہ یعنے حدیثیں فقہا کے سوا سب کو پریشان کرتی ہیں۔ وجہ اسکی صاف ہے۔ وَھُمْ اَعْلَمُ
بِمَعَانِی الْحَدِیْثِ کما قال الترمذی فی ابواب الجنائز وقالہ ابن حجر فی القلائد۔ یعنے فقہا
لوگ زیادہ جاننے والے ہیں معانی حدیث کو۔ اور ابن قیم اپنی کتاب اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں
لَا یَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ یَّاْخُذَ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ مَالَمْ یَجْتَمِعْ فِیْہِ شُرُوْطُ الْاِجْتِہَادِ وَمِنْ جَمِیْعِ
الْعُلُوْمِ الخ یعنے کسی شخص کو جائز نہیں کہ قرآن و حدیث سے احکام نکالے جبتک کہ اسمیں اجتہاد کی
شرطیں اور جملہ علوم کی تحصیل نہ پائی جائے۔ کفایہ میں ہے اَلْعَامِیُّ اِذَا سَمِعَ حَدِیْثًا لَیْسَ لَہٗ
اَنْ یَّاْخُذَ بِظَاہِرِہٖ لِجَوَازِ اَنْ یَّکُوْنَ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاہِرِہٖ اَوْ مَنْسُوْخًا بِخِلَافِ الْفَتْوٰی
اور تقریر شرح تحریر میں ہے لَیْسَ لِلْعَامِیِّ الْاَخْذُ بِظَاہِرِ الْحَدِیْثِ لِجَوَازِ کَوْنِہٖ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاہِرِہٖ
اَوْ مَنْسُوْخًا بَلْ عَلَیْہِ الرُّجُوْعُ اِلَی الْفُقَہَاءِ۔ خلاصہ ہر دو عبارات کا یہ ہے کہ غیر مجتہد کو جائز نہیں
کہ کسی سے کوئی حدیث سنکر فوراً اُسکے الفاظ پر تعمیل کرے۔ کیونکہ کئی حدیثیں تو منسوخ ہیں۔ کئی اپنے
اپنے محل اور وقت پر موقوف ہیں کئی مفتی بہ مسئلوں کے خلاف ہیں تو عامی کو سخت پریشانی ہوگی
بلکہ لازم ہے کہ فقہاء مجتہدین کیطرف رجوع کرے تاکہ جو جو مسائل بعد از تدقیق و تصحیح و تحقیق و تصدیق
احادیث و صحت و صلاحیت پاگئے ہیں انپر بلا دغدغہ عمل کیا جائے (دارمی منہ) ایسا ہی مضمون ہے
مقدمہ شرح وقایہ اردو میں نقلاً عن روضۃ الطالبین للامام النووی۔ یہی بیان علامہ دہر
سید سمہودی عقد فرید میں لکھتے ہیں۔ وقد قال محقق الحنفیۃ الکمال بن الہمام رحمۃ اللہ علیہ
نقل الامام الرازی اجمع المحققین علی منع العوام من تقلید اعیان الصحابۃ بل یقلدون

من بعدھم الذین یسروا و وضعوا ودوّنوا الخ یعنے علماء محققین کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کی تقلید سے عام مسلمانوں کو روک دیا جائے اور آئمہ فقہاء کی تقلید پر لگا دیا جائے اور اسیطرح بیان کیا ہے صاحب مسلم الثبوت نے۔ وہ عبارت یہ ہے۔ اجمع المحققون علیٰ منع العوام من تقلید الصحابۃ بل علیھم اتباع الذین سبروا و بوّبوا وھذّبوا ونقحوا وفرّقوا وعلّلوا وفصّلوا وعلیہ ابتنیٰ ابن الصلاح منع تقلید غیر الائمۃ۔ یعنے عوام کو صحابہ کی تقلید سے ہٹا کر اُن لوگوں کی تقلید پر جمایا جائے جنہوں نے جملہ مسائل اسلامیہ اتفاقیہ واختلافیہ واصولیہ وفرعیہ کی خوب تصحیح وتنقیح وتکمیل وتفصیل کی ہے۔ اور فرمایا امام اسنویٰ نے شرح منہاج الاصول میں (جو قاضی بیضاوی کی ہے) قال الامام الحرمین فی البرھان اجمع المحققون علی ان العوام لیس لھم ان یعلموا بمذاھب الصحابۃ بل علیھم ان یتبعوا مذاھب الائمۃ[1] الخ یعنے عام کو تقلید صحابہ سے منع کرکے اماما ن مذاہب اربعہ پکڑا کیا جائے۔ پس جب تمام محققین کی تحقیق یہی ہے کہ مسلمانوں کو چار اماموں کا مقلد بنایا جائے تو اس اجماع کو توڑنیوالا صاف گمراہ بدعتی ملحد ہوگا۔ اسکی وجہ بڑی یہ ہے کہ تمام اقسام کے مسائل نصی واجماعی واختلافی کی تحقیق وتصدیق تفصیل وتنقیح سوائے کتب فقہاء ومجتہدین کے اور کہیں نہیں ملتی۔ کیونکہ صحابۂ کرام کی جماعت میں سے کسی صاحب نے نہ تو کوئی تفسیر وحدیث کی کتاب لکھی۔ نہ کوئی فقہ واصول کی کتاب تیار کی۔ کیونکہ انکو رات دن فتوحات ملکی ومہمات جہاد سے بالکل فراغت نہ تھی نہ انکو کسی کتاب کیطرف حاجت تھی۔ وجہ یہ ہے کہ اسرار نبوۃ وانوار رسالت کا پرتو انپر ہر دم پڑ رہا تھا۔ پھر بعد ازاں آئمہ مجتہدین کو خدا نے یہ تاج کرامت ونور فراست بخشا تو انہوں نے کمال دیانت اور تقویٰ وصلاحیت اندرونی وخوف خدا وحمایت دین حق وترویج احکام وتسہیل علم کو مدنظر رکھکر

---

[1] ان اصحاب السنۃ والجماعۃ ھم اھل المذاھب الاربعۃ۔ الخ (عقود الجواھر المنیفۃ ص۳)

ہر قسم کے مسائل قرآن وحدیث سے نکالے ۔ لہذا اب کسی جدید تحقیقات کی ضرورت ہی نہیں رہی ۔ (دیکھو مقدمہ شرح وقایہ اردو نقلاً) اور نہ حدیث پر بلا تقلید عمل ہوسکتا ہے ۔ اور نہ کوئی شخص ایسا دنیا میں موجود ہوا نہ ہوگا کہ حضرات ائمہ اربعہ سے بڑھکر انکی تحقیقات ہوں پس فی زمانہ جسکو دین اسلام کی پوری ضرورت ہے وہ تو تقلید اماماں کی کرکے مومن صادق وناجی بنجائیگا ۔ اور جو شخص تقلید سے خارج ہوگیا وہ مردود ہوا ۔

اس خاکسار راقم الحروف نے جب دیکھا کہ آجکل لوگ نجات المومنین وتفسیر محمدی پڑھکر اپنے آپکو مجتہدوں سے بڑھکر بلکہ مہدی و مسیح بھی کہلاتے ہیں اور مجتہدوں پر طعن کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں تو چند اوراق مثل تریاق لکھنے کا خیال پیدا ہوا تاکہ مقبول ازلی مقلد بنے اور شقی ابدی انکار ومخالفت اور ردو تردید کرے ۔

اب اس رسالہ کے ناظرین کیخدمت میں عرض کیجاتی ہے کہ تقلید شخصی کے وجوب کے دلائل تحریر کرنے سے پہلے چند امور عقلی ونقلی کا بیان کرنا ازبس ضروری ہے تاکہ یہ مسئلہ صاف طور پر سمجھ میں آکر ذہن نشین ہوجائے اور ہر ایک ذکی وغبی کے فہم میں بآسانی آجاوے ۔ وہ امور بطور مقدمہ ہیں ۔ یاد کرنا ان کا ازحد مفید ہے ۔

مُقَدَّمَہ

اے ناظرین اہل دین آپ ان امورات کو بخوبی یاد کرلیں تاکہ رسالہ کا مضمون اور مقصد اصلی آپکے خیال میں نہایت عمدگی سے بیٹھ جاوے اور کسی قسم کا شک وتردد نہ رہے ۔

امر اول ۔ ارشاد رب العباد ہے ۔ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۔ یعنے ہر ایک قوم کے واسطے ایک ایک ہادی مقرر ہے اور ہر ایک شخص کے واسطے ایک ایک جہت مقرر ہے اور اسی جہت واحدہ مقررہ کیطرف وہ متوجہ ہونیوالا ہے ۔ یہاں پر لفظ قوم پر نظر کرنا ضروری ہے ۔

وہ یہ کہ لفظ قوم اپنے لفظی و معنوی مفہوم کے لحاظ سے عموم و خصوص پر دلالت کرتا ہے۔ کبھی نوع اہل ملت پر بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ قوم ہود۔ قوم نوح۔ قوم لوط۔ قوم صالح۔ قوم عاد۔ قوم موسیٰ۔ قوم عیسیٰ وغیرہ۔ اور کبھی بلحاظ پیشہ و تجارت کے بولا جاتا ہے جیسا قوم ارائیں۔ قوم قصاب۔ قوم خوجہ۔ قوم بافندہ وغیرہ۔ اور کبھی بوجہ نسبت ملکی قوم کہا جاتا ہے۔ مثلاً قوم پنجابی۔ قوم کشمیری قوم ہندوستانی۔ قوم افغانی وغیرہ۔ کبھی بوجہ اضافت مذہبی واقتداء کے مذہب بولا جاتا ہے۔ اور کبھی بلحاظ صفت بولا جاتا ہے چنانچہ قرآن کریم نے بار بار تفصیل سے یوں ارشاد فرمایا ہے لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ وَقَوْمِ فِرْعَوْنَ (اعراف) لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۔ قَوْمَ الْفَاسِقِينَ (توبہ) لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۔ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۔ لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (یونس) قَوْمَ الْمُجْرِمِينَ (یوسف) لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (رعد) قَوْمٌ مُنْكَرُونَ (الحجر) لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ (نحل) قَوْمًا لُدًّا (مریم) لِقَوْمٍ عَابِدِينَ (انبیاء) قَوْمًا بُورًا (فرقان) قَوْمًا ضَالِّينَ (مؤمنون) لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (جاثیہ)۔ غرضکہ لفظ قوم سے ایک فرقہ ایک جماعت مراد ہے خواہ وہ جماعت قلیل ہو یا کثیر۔ پس اس سے صاف نتیجہ نکلا کہ ایک قوم کے لئے ایک ہی ہادی و امام مقرر و بہتر ہے۔ تعدد کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ پس کیونکر صادق ہوگا وہ شخص جو کبھی شافعی بنے کبھی حنفی کبھی مالکی اور اپنے دل کو ہر اک کا تابعدار بناوے۔ مثلاً ایک شخص خدا کی عبادت کرتا ہے مگر منہ اسکا صرف ایک قبلہ کیطرف ہی بہتر ہے۔ اگر بموجب آیۃ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ کے ہر اک طرف ذات حق کو خیال کر کے ہر طرف سجدہ کرے تو کیسا احمق ہوگا۔ باوجود اسکے کہ ذات حق ہر طرف برابر ہے۔ پس گویا صاف تعلیم ہے کہ ایک ہی جہتہ میں تسکین ہے۔

امر دوم۔ از روئے شرع شریف احکام تین نوع پر ہیں (۱) صاف رشد و ہدایت۔ یہ تو از قسم حلال واجب الاتباع ہیں (۲) صریح غی و ضلالت۔ یہ از قسم حرام واجب الترک ہیں (۳) مختلف فیہا

یعنے جنمیں اہل علم مجتہدین کا اختلاف و نزاع ہے۔ بعض کے نزدیک تو بعض امور جائز و بعض حلال اور بعض کے نزدیک وہی چیزیں وہی امور حرام و ناجائز ہیں۔ کیونکہ انکی نسبت کوئی حکم صریح و نص جلی وارد نہیں۔ تو ایسی حالت میں غیر مجتہد کا حق نہیں کہ احکام اجتہادیہ کی از سر نو تحقیق و تصدیق کر کے ترجیح و تفضیل بیان کرے پس بجز ایک امام کے چارہ نہیں۔ اور شارع نے اس تیسری نوع کے متعلق حضور علیہ السلام نے تین ارشاد فرمائے ہیں۔ ایک تو فرمایا۔ اَمْرٌ مُخْتَلَفٌ فِیْهِ فَکِلْهُ اِلَی اللّٰهِ رواہ احمد۔ یعنے اختلافی امور کو تو خدا کے سپرد کر اور تو اپنا دخل نہ دے۔ کیونکہ تجھ میں اسقدر تحقیق و تفتیش کا مادہ و قابلیت لیاقت نہیں جو فقہا و مجتہدین کی تحقیقات و فیصلہ جات پر غور و خوض کرے بلکہ تو اگر کر سکتا ہے تو یہ کر۔ یہ دوسرا فرمایا فَمَنِ اتَّقَی مِنَ الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَاَ لِدِیْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ متفق علیہ یعنے جب شک و شبہ پیدا ہو اور بوجہ اختلاف کے ایک چیز کی نسبت حلت و حرمت کا اشتباہ پڑے تو سیدھا طریق سلامتی کا یہ ہے کہ مشتبہ چیزوں سے بچتے رہو کیونکہ جب مشتبہ چیزوں پر تم نے دلیری کر کے کھانا پینا و جواز ثابت کر لیا تو بس اب تم حرام خواری میں پڑ جاؤ گے۔ جس نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا تو بیشک اس نے اپنا دین و ایمان بچا لیا۔ چنانچہ یہ حدیث بھی اسکی مؤید ہے دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ رواہ ابن حبان۔ پس جب تقلید کے ترک سے ہزارہا نقصانات نظر آئے اور شک و شبہ پیدا ہوا۔ آخر الامر نتیجہ کیا نکلا کہ اماموں پر طعن و الزام اور مجتہدین پر اغلاط کا اتہام یہاں تک کہ تقلید سے نکلکر وہابی ہوئے وہاں سے کچھ نہ ملا تو نیچری بنگئے وہاں سے کچھ نہ ملا تو مرزائی ہوگئے پھر سب سے نکلکر عیسائی بنگئے[1]۔ سچ ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ تیسرا فرمایا۔ پاک پروردگار کا قول۔ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا یعنے بعد اصلاح کے

[1] جہاں تک مجھ کو علم ہے وہ یہ ہے کہ امرتسر و گرد نواح میں جس قدر بدقسمت عیسائی ہیں سب پہلے غیر مقلد ہی تھے۔ منہ

فتنہ فساد نہ کرو۔ اب تیرہویں صدی کے آخر تک سب مسلمان پابند تقلید تھے۔ قریب اختتام تیرہویں صدی پر وہابی گروہ کا زور ہوا تو بس فتنہ فساد گہر گہر دو بدو شروع ہوا۔ آخرالامر حسب طمع ہر اک پیشہ و تجارت غلامی فروش و طوائف و نقال و ناٹک وغیرہ کو سرکار انگریزی کیطرف سے عام اجازت ہے جسطرح جسوقت جہاں چاہیں کرسکتے ہیں اسیطرح بلحاظ مذہبی آزادی کے وہابیوں کو بہی عام اجازت ملگئی۔ اب نہ ہے طالع آسکے جبکیطرف عیسائی اور نہ ہے طالع آسکے جبکی طرف اماماں دین وسلف صالحین غیر مقلدین کی خوش نصیبی کی کافی دلیل یہی ہے کہ کل مسلمانان روئے زمین انکے مخالف اور صرف عیسائی وہابیوں کے مؤید۔

امر سیوم۔ پاک پروردگار نے اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ پر یوں ارشاد فرمایا فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یعنے انبیاء سابقین کی ہدایت کی اتباع کر۔ دوسری جگہ یوں حکم ہوا اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا یعنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کر۔ اسکی کیا وجہ ہے کہ باوجود سب انبیاء کرام علیہم السلام کی توحید وہدایت تو ایک ہی تہی پہر تخصیص بعد از تعمیم ایک ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کا حکم کیوں ہوا۔ بظاہر ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وصف خاص حنیفاً فرمایا۔ یعنے یک رخہ یکجہتہ تہے۔ اس قسم کے مسلمان نہ تہے کہ بین بین چال چلتے۔ یا ہر دلعزیزی کو مدنظر رکہکر تذبذب کو اختیار کرتے بلکہ صاف یکجہتی کو اختیار کر لیا تہا۔ تو یہ وصف خداکو زیادہ پسند آیا تو فرمایا کہ ابراہیم حنیفؑ کی ملت پر چلو۔ پس ثابت ہوا کہ یکطرفہ آدمی خداکو پیارا ہے اور ہر رنگی و ہرجائی ناپسند ہے۔ یہی فرق تقلید و غیر تقلید میں ہے۔ پہر یہ بہی عیاں ہے کہ مقصود ذات باری کا یہی ہے کہ تم بہی یکطرفہ بنو کیونکہ گو سب انبیاء و مرسلین حق پر ہیں مگر پہر بہی ایک ہی کی اطاعت بہتر و افضل ہے۔ اور اسی میں صلاحیت و احسان موجود ہے۔ پس جبکہ سب اہل حق واہل اللہ کو برحق وہادی وامام الناس جانکر ایک ہی کا اتباع کرنا منشاء ربی ہے تو پہر سب

مجتہدین کو راجع الی الحق سمجھکر ایک کی تقلید کرنا کیوں معیوب و مکروہ ہے۔ بلکہ فی الحال مقبول الٰہی کی علامت یہی تقلید ہے۔

امر چہارم۔ جسطرح خدا کی سب کتابوں پر ایمان لانا اور سب کا منجانب اللہ ہونا تسلیم کرنا لازمی ہے۔ مگر بوقت تعمیل وارشاد صرف ایک ہی کتاب قرآن مجید کو دستاویز و مستند بنانا ضروری ہے اسیطرح سب مجتہدوں کو رہنمائے صادق جانکر بوقت معاملات وعبادات وقضا و افتا ایک ہی امام کی تقلید کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ باوجودیکہ کل کتب و صحائف انبیاء من اللہ ہیں پھر ایک ہی کتاب پر ایمان کا دارمدار اور اعمال واقوال کا معیار رکھنا اسکی کیا وجہ ہے۔ بظاہر وجہ یہ ہے کہ ہر اک کتاب میں مسائل مختلف ہوتے ہیں اور ہر اک کتاب کے احکام و فرائض حسب زمانہ و مصلحت وقت و مناسبت مزورت ہوتے ہیں تو ہر اک کتاب پر عمل کرنے سے ایک قسم کا نفاق پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو توریت پڑھتے دیکھکر غضب ہوکر فرمایا لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ الحدیث (دارمی) یعنے اگر موسٰی علیہ السلام جیسا صاحب کتاب و رسل و مقرب و کلیم اللہ بھی میرے وقت میں موجود ہوتا تو وہ بھی میری ہی متابعت کرتا حالانکہ حضرت موسٰی علیہ السلام بھی صاحب کتاب و رسل تھے اور انکی کتاب کا دیکھنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے کو کچھ مضر بھی نہ تھا۔ مگر چونکہ پریشانی طبع کا اندیشہ تھا۔ یا اگر حضرت عمرؓ کو کچھ ڈر بھی نہ ہو لیکن انکو دیکھکر شاید اور لوگ بھی پڑھنا دیکھنا شروع کرنے تو سخت خرابی پیدا ہوتی۔ اسواسطے مطالعہ سے بھی منع فرمایا۔ اسیطرح حضرات مجتہدین بھی بہت مسائل میں باہمی مختلف ہیں اور مسائل مختلف فیہ میں حق بجانب واحد ضروری ہے۔ اور اسی موقعہ پر بجز ایک مجتہد کی تقلید کے کوئی طریق صواب بھی نہیں۔ اور ایک کی تقلید سے نفاق و اختلاف کی آگ سے بچ جاتا ہے چنانچہ سب علماء دین و اولیاء کاملین کا یہی طریق عمل رہا اور ہے۔

امر پنجم ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تا جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جسقدر انبیا و مرسلین گذرے ہیں وہ سب کے سب برحق و ہادی صادق تھے مگر باوجود تصدیق و اقرار جملہ انبیاء و مرسلین متابعت صرف ایک ہمارے سید و مولیٰ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی ضروری و لازمی ہے ۔ اسکی وجہ بھی وہی تقلید شخصی ہے ۔ کیونکہ اگرچہ سب پر ایمان لانا فرض ہے مگر اتباع ایک ہی کی لازم ہے تاکہ تذبذب اور اضطراب سے نکلکر سیدھا حق پر کھڑا رہے ۔ اور ایکطرفہ مسلمان کہلائے اور اگر کوئی کہے کہ چونکہ سب انبیاء علیہم السلام برحق ہیں تو میں سب کی شریعتوں پر عامل ہو جاؤں اور تمام ادیان کے احکام و مسائل کا پابند ہونگا تشخصی نبوت کی اتباع کیا ضرور ہے تو ایسا شخص ضرور گمراہ ہوگا ۔ کیونکہ اکثر مسائل و احکام میں انبیاء کرام باہم علحدہ ہیں ۔ تو ہر اک نبی کے حکم پر موضع اختلاف میں عمل کرنا سخت ناگوار ہے ۔ لہذا ایک ہی نبی کے اتباع میں کل انبیاء علیہم السلام کی اتباع آگئی اسیطرح جملہ مجتہدین اگرچہ ہادی حق و متبع سنت ہیں اور اتفاقی مسائل میں تو سب کی اتباع ہو جاتی ہے مگر عند الاختلاف ایک ہی امام کی تقلید کافی ہے ۔ ورنہ کبھی ایک مجتہد کو غلطی پر قرار دیگا اور کبھی دوسرے کو خطا پر قائم کہکر اپنا ایک جدا مذہب بنا کر خلق خدا کو گمراہ کریگا ۔ چنانچہ نیچری ۔ مرزائی ۔ وہابی ۔ چکڑالوی کا حال سبکو معلوم ہے ۔

امر ششم ۔ جسطرح دنیاوی مسافروں پر لازم ہے کہ اپنے قافلہ میں سے ایک ایسے شخص کو امام و راہنما بناویں جو سفر کے حالات و تکالیف اور مقامات راحت و رنج وغیرہ کا واقف ہو ۔ اور مسافرین اُسکے پیچھے پیچھے بلا فکر کے سیدھے منزل مقصود پر پہنچ جاویں ۔ چنانچہ حدیث میں ہے اذا خرج ثلثۃ فی سفر فلیؤمروا احدھم ۔ رواہ ابوداؤد ۔ وفی روایۃ لا یحل لثلثۃ یکونوا بفلاۃ من الارض الا امروا علیھم احدھم ۔ رواہ احمد ۔ یعنے سفر میں اپنی جماعت سے ایک شخص کو امام و مقتدا بنا کر چلو تاکہ سیدھا راہ ملے ۔ اسیطرح صراط مستقیم راہ حق پر چلنے والے بھی ضرور اپنا کوئی ایک امام

مفر کہکے راہ پر چلیں۔ کیونکہ یہ راہ بھی ایک نہایت نازک راہ ہے اور اس راہ میں کئی قسم کے شیطان انسانی وجناتی لوٹ مار کو تیار ہیں۔ اور یہ قافلہ اہل ایمان کا بار بار واپس آنیوالا بھی نہیں۔ اور اس راہ کی ضروریات ولوازمات سفر بھی پھر ملنے کے نہیں اسواسطے فرض ہے کہ مسلمان لوگ مجتہد کو اپنا امام بنا کر اسکی تقلید کریں تاکہ بفحوائے حدیث إِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَرْدِ کہیں شیطان غیر مقلد بنا کر برباد نہ کرے۔

امر ششم۔ اتباع آئمہ مجتہدین عین اتباع ارشادات انبیاء ورسل ہے کیونکہ ہر ایک امام اپنی اپنی تحقیقات ومعلومات میں من حیث اولہٗ شرعیہ حق پر ہے اسلئے بلحاظ امام اپنے جملہ عقائد واعمال میں متبع حق ہے کیونکہ مجتہد یا تو احکام ومسائل اخذ کریگا کتاب وسنت واجماع سے تصریحًا وتخریجًا یا استدلال کرے گا اجتہاد سے تو بہرحال وہ مطیع الرسول ومتبع حق ہوا پس جو شخص متبع حق ہو اس کی اتباع فرض ہے کیونکہ وہ اتباع حق ہے۔ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ

سوال۔ اتباع اگر فرض ہے تو سب متبعین حق کی نہ صرف ایک ہی کی۔ جواب۔ اس سوال کا جواب امر دوم وششم میں گذر لہے امر پانزدہم میں آتا ہے۔ مگر فی الجملہ کچھ عرض یہاں بھی کرتا ہوں وہ یہ کہ اگرچہ سب متبعین حق کی اتباع فرض ہے مگر ایک کی بھی تو فرض ہوئی۔ مثلاً جیسا کہ پانچ نمازیں فرض ہیں ایک بھی تو فرض ہے۔ یا جیسا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ میں سب پر نمازیں فرض ہیں ہر ایک پر بھی تو فرض ہے پس جسطرح ایک نماز کے وقت پانچوں نمازوں کا جمع کر کے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے یا ہر ایک نماز سے قدرے قدرے حصہ لیکر ایک نماز بنا کر پڑھنا منع ہے اسیطرح سب مذاہب ملاکر عمل کرنا یا ہر ایک مذہب سے چن چن کر حسب منشاء مسائل پر عمل کرنا سخت منع ہے بالاجماع۔ سیأتی بیانہٗ انشاء اللہ۔ جسطرح ایک نماز کے وقت دوسری فرض نہیں جبتک دوسری نماز کا وقت نہ آوے دوسری فرض نہیں۔ مثلاً صبح کو ظہر وعصر کی نماز فرض نہیں اور مغرب کو صبح وعشاء فرض نہیں۔ اسیطرح ایک

امام کی تقلید کے وقت دوسرے کی تقلید منع ہے ۔

امر ششم حدیثوں میں بار بار آیا ہے کہ نماز میں وہ شخص امام ہو جو اتقیٰ و افقہ و اعلم ہو. چنانچہ حدیث میں ہے یؤم القوم افقههم فی الدین واعلمهم بالسنة الحدیث (مشکوٰۃ و شرح مظاہر حق) یعنے امام وہ ہو سکتا ہے جو زیادہ عالم اور زیادہ فقیہ ہو. اگرچہ اور لوگ بھی ہو سکتے ہیں مگر اعلم و افقہ کے ہوتے ہوئے اور کوئی نہیں ہو سکتا. چنانچہ کتب فقہ و مظاہر حق میں خوب تشریح موجود ہے. اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہر قسم کے متقی و بزرگ و قاری و بوڑھے و مہاجرین موجود تھے مگر پھر بھی حضور علیہ السلام نے فرمایا لا ینبغی لاحد ان یؤم القوم وفیهم ابوبکر رواہ الترمذی یعنے جس جماعت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود ہو تو اور کوئی دوسرا شخص امام نہ ہو یعنے ابوبکر ہی امام بنے. اب ہر ایک عقلمند یہ خیال کر سکتا ہے کہ قوم میں سے اعلم کو امام بنانے سے کیا معنی ہیں کہ ایک ہی امام کافی ہے. اور یہ بات بھی قابل تامل ہے کہ جب نماز کیواسطے جو صرف وقتی اقتدا ہے اعلم و افقہ کی شرط ہے تو دینی معاملات و عقائد و ایمانیات وغیرہ میں تو زیادہ تر اعلم و افقہ کی اتباع واجب ہے. دیکھو باوجودیکہ اکثر صحابہ کرام علوم و عقائد و فرائض سے واقف اور شرافت و کرامت پر فائز تھے مگر انکی موجودگی میں پھر بھی ایک صدیق اکبر کو امامت کا حکم دیا اور ماسوائے انکے اوروں کو منع فرمایا. پس اسیطرح تمام علما کے بالمقابل ایک امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اعلم و افضل و اکمل ہیں پھر ایسے امام العالم کو چھوڑ کر ترجمہ خوان مشکوٰتی مولویوں یا تفسیر محمدی کے تحصیل یافتوں کے پیچھے لگ جانا کسقدر نالائقی ہے. بلکہ جو لوگ اماموں کے دشمن اولیاؤں کے دشمن انکی غلطیاں نکالکر طعن و تشنیع کرتے ہیں ایسے لوگوں سے اگر اتفاقاً صحیح بھی نکل جائے تو ہرگز ہرگز باور نہ کریں کیونکہ شاید بظاہر ہی ہو اور فی الاصل غلط اور بد باطن بدگو بدبین بدعقیدہ کا صحیح بھی یقینی نہیں. دیکھو مقدمہ شرح مسلم جلد اول صفحہ ۱۲ اور دارمی جلد اول صفحہ ۹۰ وغیرہ.

امر نہم۔ جبکہ اماماں دین وحضرات مجتہدین حقائق ودقائق قرآنیہ واسرار ونکات احادیث نبوی کے مظہر ومبین ہیں تو بدیں لحاظ انکی تقلید کے واسطے دلیل شرعی ونص قطعی کا طلب کرنا سراسر منافیِ مناسبت وملایمت ہے کیونکہ حصول اسرار ومقاصد قرآنیہ وارشادات احمدیہ تو موقوف ہوا اتباع وتحقیق مجتہدین پر اور اتباع مجتہدین موقوف ہوا ادلۂ شرعیہ پر تو اس صورت میں دَور لازم آیا اور دَور وتسلسل سے جو ثابت ہو وہ حجت نہیں پھر ہم سے دلیل شرعی تقلید پر کیوں طلب کیجاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ تقلید مجتہدین بھی عقلاً واجب ہے اور ثبوت اسکا مثل ثبوت مسائل ایمانیہ واعتقادیہ کے جو وجود حق سبحانہ وتعالیٰ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والحشر والنشر ومثلہم کے ہے۔ پس یہ مسئلہ (تقلید) ثابت ہوا مثل مسائل ایمانیہ واعتقادیہ کے اور نہ لازم ہوا ثبوت اُسکا ادلہ شرعیہ سے بدیں وجہ کہ مسائل شرعیہ کا ثبوت موقوف ہے اتباع آئمۂ دین پر اور مسائل کی تحقیق وتصدیق کا دارومدار ہے تقلید اماماں دین پر فقط بس۔ ہاں اگر ادلہ نہیں تو صرف مزید تاکید کے لئے نہ یہ کہ موقوف علیہ تقلید قرار دیئے جاویں۔

امر دہم۔ اماماں اربعہ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی بادشاہ کے چار صوبے ہیں اور چاروں ریاستوں کی رعایا پر احکام مختلفہ حسب مناسبت ملک جاری ہیں تو احکام اختلافیہ میں رعایا پر چاروں صوبوں کی اطاعت لازم نہیں اور نہ اُنپر کسی قسم کی گرفت ہے کہ تم نے ہر ایک صوبہ کی اطاعت کیوں نہیں کی۔ بلکہ اُسی حاکم وصوبہ کی اطاعت واجب ہے جو اپنی رعایا پر حکمران ہے اور اپنی ملکی حدود کا فرمانروا ہے۔ کیونکہ ہر ملک وہر اک شہر کے قوانین واحکام جدا اور ہر تحصیل وضلع کے حدود وفرمان جدا ہیں۔ اور ملکی رعایا کے قواعد علیحدہ اور جنگی وفوجی قوانین علیحدہ۔ پس بنظر بریں اختلاف ایک حالت ایک حیثیت ایک وقت میں سب حکام کے تابع ہونا نہایت دشوار بلکہ محال ہے۔ ہاں ایک حاکم وقت موجودہ کی اطاعت لازم وآسان ہے اور اس ایک ہی حاکم وقت کی متابعت میں

بادشاہ کی اطاعت ہے۔ اسیطرح مذاہب مجتہدین کی تقلید واتباع عین اتباع رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

امر یازدہم۔ جسقدر تمام دنیا کی آبادی اور بلاد وامصار کی تعداد ہے۔ اُن سب میں سے دو تین بستیاں (مکہ۔ ومدینہ وبیت المقدس) افضل واقدس واعلیٰ ہیں جنمیں قرآن نازل ہوا وہیں پر حضور علیہ السلام کا وجود مبارک پیدا ہے اور وہاں پر صحابہ کرام واہلبیت عظام ہوئے۔ وہاں پر ہی زیادہ اہل خیر القرون ہوئے۔ وہیں پہ قیامت تک دین رہیگا۔ اور وہیں پہ مہدی علیہ السلام پیدا ہونگے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تومعلوم ہوا کہ وہاں کے باشندے سچے پکے مسلمان ہیں اور دیندار رہیں گے۔ باوجود اسقدر افضل واعلیٰ ومتدین وصالح وعالم ہونیکے اور زیر سایہ انبیاء کرام علیہم السلام رہنے کے اور بلد امین میں سکونت پذیر ہونیکے سب کے سب مقلد ہی ہیں۔ ایک بھی غیر مقلد نہیں اور خود شخصی تقلید پر عامل اور فتویٰ بھی شخصی تقلید کے وجوب پہ۔ اور غیر مقلدوں کو سخت بدتر و مردود جانتے ہیں۔ علاوہ ازیں کل اسلامی دنیا شمل روم وشام ومصر ویمن وبغداد وبلخ وبخارا وافغانستان ولواح ہند وسندھ وکشمیر وپنجاب وغیرہم کے قاضی۔ مفتی وعالم ومدرس واعظ وصوفیا ومشائخین سب کے سب مقلد ہیں اور غیر مقلدوں کو دشمن دین ومفسد فی الدین جانتے ہیں۔ ایسا ہی مرزائیوں ونیچریوں کو جانتے ہیں۔ پس ان علماء دین وفضلاء کاملین ومفتیان شرع متین کا اجماع قولی وفعلی سے ثابت ہوا کہ اُن کل کے نزدیک ہر قسم کی صلاحیت واحسان اور رشد وہدایت تقلید میں موجود ہے۔ پس اس اتفاق واجماع کو توڑنیوالا مفسد وگمراہ ہوگا حسب الارشاد لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ط کیونکہ صدہا احادیث میں وارد ہوا ہے کہ امت محمدیہ ہرگز ہرگز گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

امر دوازدہم۔ عقاید اسلامیہ ومسائل ایمانیہ کو قرآن کریم نے اجمالاً بیان کیا جنکی تفسیر حدیث نے

خوب فرمائی اور احادیث کی تشریح و توضیح ورام حضرت صحابہ کرام کے اقوال وافعال سے ملتی ہے اور آثار واقوال و احوال صحابہ کی تصدیق وتصحیح حضرات ائمہ مجتہدین کے اجتہاد وتحقیق پر موقوف ہے اور موقوف علیہ ہمیشہ مقدم ہوتا ہے موقوف پر۔ پھر جب آئمہ مجتہدین موقوف علیہم ہوئے تصدیق وتحقیق میں تو تقلید مجتہدین واجب ہوئی تاکہ دین کامل[1] ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ اس بیان کی تفصیل یہ ہے کہ نہ تو حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں کوئی کتاب تصنیف ہوئی نہ صحابہ کرام کے زمانہ میں کوئی کتاب تیار ہوئی۔ کیونکہ انکو مہمات دین جہاد سے فراغت نہ تھی اور نہ چنداں تالیف کی ضرورت ہے باقی آیا دوسرا قرن تابعین کا جسمیں حضرت امام العالم امام اعظم کا وجود مبارک پیدا ہوا تو اسوقت اگرچہ ایک آدھی کتاب تھی مگر شہرت واشاعت میں نہ آئی اور نہ وہ کافی تھی پھر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قوت کاملہ خداداد سے بدلائل شرعیہ استنباط واجتہاد کرکے صاف طور پر مسائل اصلیہ وفرعیہ کو لکھنا شروع کیا۔ جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تفقہ واجتہاد نے اپنی صداقت وروشنی عالم پر ظاہر کی تو دوسرے اماموں نے جو آپکے معصر یا بعد ازاں ہوئے آپکی تقلید کی۔ یہاں تک کہ تمام دنیا کے اہل علم نے امام ہمام کے سامنے اپنا سر خم کرکے تسلیم کرلیا بعد ازاں تیسرا قرن آیا تو اسوقت کے حضرات آئمہ نے بھی وہی طرز تحریرات امام صاحب کی شروع کی۔ مگر علم فقہ شریف میں امام ابوحنیفہ کا پایہ وہ بلند ہوا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرمانا ہی پڑا اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْفِقْهِ یعنے سب لوگ فقہ شریف میں امام ابحنیفہ کے عیال (شاگرد یا بچے) ہیں۔ اور جب امام صاحب کے شاگردوں نے کتابیں لکھنی شروع کیں تو پھر دیگر آئمہ کی بھی تصنیفات ہوتی گئیں۔ یہاں پر یاد رہے کہ اگرچہ دیگر حضرات نے اپنے اپنے تحقیق وتصدیق کردہ مسائل کی کتابیں تالیف فرمائیں مگر بہ نسبت قرن ثالث کے (جس میں امام شافعی وغیرہ تھے) دوسرا قرن (جسمیں امام ابوحنیفہ تھے) افضل واقدم واسبق وقابل اتباع ہے

[1] دیکھو شرح مسلم امام نووی جلد اول صہ ۔

کیونکہ حدیث شریف کی ترتیب سے قرن ثانی بہتر ہے قرن ثالث سے اور برتر ہے خیریت و فضیلت میں۔
یہی وجہ ہے کہ مقلدین مذاہب اربعہ میں سے فیصدی نوّے تو حنفی مقلد ہیں اور باقی دیگر آئمہ کے۔

چنانچہ ملا علی قاری نے خوب بیان کیا ہے پس حسب الارشاد فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ حضرت امام ہمام ابو حنیفہ کا متابعت کا مقام ارفع و اعلیٰ ہے بہ نسبت دیگر آئمہ کے کیونکہ آپ افضل و اکمل وافقہ و اعلم بہ نسبت قرن ثالث کے۔ اور تقریباً کل محدثین و مجتہدین آپکے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں لہذا ثابت ہوا کہ آپکی تقلید بہ نسبت دیگر آئمہ کے افضل ہے۔

امر سیزدہم۔ بعد از قرن ثالث وہ زمانہ آیا جسکی نسبت حدیثوں میں بار بار وارد ہوا ہے ثم يظهر الفساد۔ ثم يفشو الكذب یعنی بعد از تیسرے قرن کے جھوٹ و فتنہ و فساد پھیلیگا۔ چنانچہ اس زمانہ میں بڑے بڑے واضعین حدیث و کاذبین اخبار و مفتن بین الناس پیدا ہوئے اور خرابی پھیلی اور لطف یہ کہ ایسے موقع زمانہ میں دیگر بزرگ جماعت محدثین کے مثل بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ بھی پیدا ہوئے۔ یہ حضرات اگرچہ مرتبہ اجتہاد پر فائز نہ تھے اور نہ مجتہد کامل تھے مگر تاہم انہوں نے کمال جانفشانی و عرقریزی سے بہ نیت صادق و تائید حق و بغرض نصرت دین بہت ہی تحقیق و تفتیش سے کتب احادیث تیار کیں لیکن پھر بھی اس جماعت مذکورہ کی تحقیقات قرن ثالث و ثانی کو نہ پہونچی کیونکہ قرن ثالث قریب زمانہ صحابہ سے اور قرن ثانی اقرب تھا زمانہ نبوت سے بلکہ محققین کے نزدیک تو امام صاحب[1] کی ملاقات صحابہ سے ثابت ہے۔ پس اس بیان مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ زیادہ تر بہتر امام صاحب کی تقلید کرنا ہے اگر کوئی اور امام کا مقلد ہے تو اسکو وہی بس ہے۔

امر چہاردہم۔ اگر کوئی جاہل متعصب حضرات آئمہ اربعہ کی تحقیقات و تصدیقات پر کاربند نہ ہو اور مجتہدین کاملین کا متبع نہ ہو تو لامحالہ کسی نہ کسی اور محدث یا مفسر یا اہل علم کا متبع ضرور ہوگا۔

---

[1] دیکھو انتصار الحق اور معیار الحق از مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری مرحوم و مغفور۔

پس جبکہ کسی اور اہل علم کا تبع ہوگا تو کیا وجہ ہے کہ اماماں دین مجتہدین کاملین (جو احق بالاتباع ہیں) کی تقلید نہیں کرتا۔ حالانکہ از روئے قرآن وحدیث کے بعد از کتاب وسنت مجتہد کا مرتبا و رمجتہد سب سے افضل ہے۔ محدث تو صرف ناقل وسامع ہوتا ہے اور مجتہد کو تو استنباط وقوت تفقہ حاصل ہوتی ہو یہی وجہ ہے کہ مجتہد باوجود مخطی ہونیکے بھی ایک نیکی کا مستحق اور بحالت صواب دو اجر سے ماجور رہے یہی وجہ ہے کہ آئمہ اربعہ مجتہدین کی تقلید پر اجماع ہوا نہ کسی عام محدث کی تقلید پر۔ کیونکہ مجتہد جامع ہے مسائل اصولیہ واعتقادیہ وفرعیہ واجتہادیہ کا بخلاف محدث کہ وہ صرف جامع الفاظ۔ ہے۔

امر پانزدہم۔ مسائل اسلامیہ تین قسم پر ہیں۔ اوّل نصّی دوم اجماعی سیوم اجتہادی۔ مسائل نصی تو عند الکل مسلم ہیں اور مسائل اجماعی بھی بالاجماع واجب الاتباع والقبول ہیں۔ باقی رہے مسائل اجتہادیہ سو وہ مختلف فیہ ہیں۔ اب انسان کے واسطے ایسے موقعہ پر تین حالتیں ہیں (۱) یا تو وہ اگر مجتہد مسلم ہے تو قوت اجتہادیہ وتفقہ سے کام لیکر خود ہی فیصلہ کرلیگا (۲) یا وہ مجتہدین میں سے کسی ایک کی تقلید کریگا (۳) یا کبھی ایک مذہب پر عمل کرکے اسکو ترک کریگا پھر دوسرے مذہب کو پکڑیگا پھر اسکو چھوڑ کر تیسرے کو پکڑیگا۔ علیٰ ہذا آزاد ہو جائیگا۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی یعنے کیا انسان آزاد شتر بے مہار بننا چاہتا ہے۔ اب اس تیسری صورت کا نتیجہ نہایت ہی گندہ وبدبودار ومبداء فساد ہے کیونکہ کبھی ایک چیز کو حلال سمجھکر کھائیگا پھر اسی کو حرام جانکر ترک کریگا۔ یا جسکو پہلے حرام سمجھکر ترک کریگا پھر بوقت حلال جاننے کے اسکی حرمت کا بھی دل میں شک وشبہہ رہیگا۔ اور جسکو پیچھے حرام جانیگا اسکے حلال ہونیکا بھی دل میں خیال پیدا ہوگا یہ اجتماع نقیضین ہے جوکہ بالاتفاق باطل ہے۔ مثلاً کبھی تو ایک مذہب کے موافق امام کے پیچھے قرأۃ فرض واجب سمجھے پھر بمذہب حق اسکو مکروہ ومفسد فی الصلوۃ خیال کرکے ترک کرے۔ یا کبھی ایک مذہب کے موافق رفع الیدین فی الصلوۃ ووضع الیدین علی الصدر وآمین بالجہر کو سنت سمجھکر عمل کریگا

پھر بخیال ثانی ان سب کو مکروہ و خلاف سنت سمجھیگا یا کبھی ایک امام کے مطابق نکسیر و فصد و خون جاری سے مفسد الصلوۃ و ناقض الوضوء خیال کریگا پھر اُسکو بخیال دیگر امام مجوز بہ الصلوۃ خیال کریگا۔

ف ۔ حنفی مذہب میں خون جاری سے (خواہ نکسیر ہو خواہ فصد یا چوٹ وغیرہ) وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بے وضو ہو جاتا ہے۔ بے وضو نماز پڑھے تو خوف کفر لکھا ہے۔ یا کبھی ایک امام کے موافق وہ پانی قلتین (جسمیں کتا بلا سور وغیرہ مرگیا ہو) پاک خیال کرکے اُس سے وضو و غسل کرکے نماز پڑھیگا اور کبھی اُسی پانی سے غسل کرنا حرام سمجھیگا۔ **ف** ۔ اسی پانی سے جب امام وضو و غسل کرکے نماز پڑھا دے تو حنفی کی نماز اسکے پیچھے ناجائز ہے[1]۔ یا کبھی ایک جانور مانند گوہ و مینڈک وغیرہ کو ایک مذہب میں حلال سمجھکر کھائے پھر حنفی مذہب اقدس کے موافق انکو مکروہ یا حرام جانیگا۔

غرضکہ تقلید کے ترک کرنے سے صدہا ہزارہا درجہ کا فتنہ و فساد پڑتا ہے۔ اسیواسطے خاص سلطنت انگریزی میں جسقدر لامذہب ہوں ملحدوں زندیقوں عیسائیوں کی ترقی ہے اُسقدر اَور کہیں نہیں۔ اور آج جسقدر دہریہ ملحد نیچری مرزائی نظر آتے ہیں اُن سب کا صرف یہی ایک باعث ہوا یعنی ترک تقلید شخصی۔ اور قاعدہ مقررہ ہے کہ جبتک انسان کسی مذہب کا پابند نہیں ہوتا بیشک شیطان اُسکو نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ جماعت پر یدُ اللہ ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکابر محدثین مثل بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ سب مقلد تھے (دیکھو رسالہ انصاف شاہ ولی اللہؒ)

امر شانزدہم ۔ عامی کی مثال ایک مریض کی ہے اور مجتہد کی مثال مانند ایک سول سرجن یا بڑے افلاطون کے ہے۔ اور محدثین کی مثال ایک بڑے دوائی خانہ یا عطار کی ہے۔ تو عامی مریض کو دیکھنا۔ تشخیص کرنا۔ علاج و معالجہ کی تجویز بنانا اور ممنوعات سے پرہیز و اشیاء مفیدہ کی اجازت اور ہر اک چیز و حرکت کا اندازہ وغیرہ۔ یہ سب مجتہد و مرشد کا کام ہے اور دوائی خانہ سے دوا دینا حسب الحکم ڈاکٹر یہ محدث کا کام ہے۔

---

[1] ۔ دیکھو ہمارا رسالہ رحمۃ الرحمان فی تقلید النعمان ۱۲

ڈاکٹر و حکیم کے حکم کے موافق پابند ہو کر علاج کرانا یہ عامی مریض کا کام ہے پس جب یہ ذہن نشین ہو گیا تو یہ بھی قانون مسترہ ہے کہ جس مریض کے چار معالج مثلاً ایک ڈاکٹر یورپین ایک حکیم یونانی ایک ویدک دیسی ایک سنیاسی۔ تو بوقت علاج معالجہ مزید اُنکا باہمی اختلاف ہوگا۔ خواہ بلحاظ تشخیص و تجربہ خواہ بلحاظ ادویہ و خوراک کیونکہ ہر ایک کے معلومات و تجربات جدا اور ہر ایک کی تحقیق و ذہانت طبعی علحدہ ہے پس ایسے موقعہ پر مریض نے اگر ایک ہی شخص کا علاج کیا تو بہتر ورنہ ہلاک ہو جائیگا۔ اسیطرح جو شخص بوقت اختلاف مجتہدین ایک کا مقلد رہیگا تو نجات پائیگا اگر ایک کا نہ رہا بلکہ سب کا مقلد بنگیا یا از خود نیا طریقہ ایجاد کیا تو پھر ایمان کا ملنا مشکل آخر مرزائی[۵] نیچری وغیرہ ہو کر مریگا۔

امر سوم۔ بعد از اقرار توحید و رسالت ایماندار کو الحاق بالصالحین و اتحاد بالابرار واجب ہے۔ چنانچہ آیت تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ اور وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ اسپر شاہد ہے۔ اب اس الحاق کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک تو تقلید مجتہدین۔ دوسرا بیعت مشائخین۔ چنانچہ تفسیر عزیزی میں بذیل آیہ وَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لکھا ہے۔ "اطاعت مجتہدین و مشائخین فرض است" یہی وجہ ہے کہ کل اولیاء اللہ مقلد و باپیر تھے کوئی ولی بے پیر و غیر مقلد نہ تھا نہ اب کوئی ایسا ہے پس ثابت ہوا کہ الحاق بالصلحاء سے انسان پختہ مومن بنجاتا ہے۔ لہذا سب کو لازم ہے کہ بیعت مشائخین کرکے روح و قلب و نفس کی اصلاح کرے اور تقلید مجتہدین کرکے مسائل شرعیہ کو صحیح طور پر سمجھکر اپنے اعمال و افعال ظاہری کو درست و آراستہ کرے۔ ہاں جو شخص مجتہدین میں سے افضل و اعلم و افقہ ہو (جیسے امام اعظم رح) اسکی تقلید بہت بہتر و آسان ہے۔ اور جو شخص مشائخین میں سے اکمل و اعلیٰ و اقرب الی اللہ ہو انکی بیعت زیادہ تر مفید و اسہل و انفع ہے۔ الحمد للہ علی احسانہ کہ اس حقر الانام

۵۔ مرزا ایک شخص دشمن اسلام پنجاب میں تھا۔ اپنے آپکو نبی و رسول و مسیح و مہدی و مجدد و امام حسین و غوث اعظم۔ سب سے بہتر جانتا تھا آخر بعارضہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو نہایت بری موت سے بحالت مسافرانہ مرگیا۔

راقم الحروف کو دونو نعمتیں مذکورہ حاصل ہیں۔ اَللّٰھُمَّ حَرِّقْ قَلْبِیْ بِنَارِ عِشْقِكَ اَبَدًا یا اللہ بحرمتہم

امرِ ہشتدہم۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جسطرح اسلام مقدس عبارت ہے اُن اُمور و احکام وارشادات سے جنکو امت نے (یعنی فقہاء و مجتہدین و صلحاء کاملین و صادقین نے) بعد از تحقیق و تنقیح و تنسیخ و تصدیق کے ثابت کیا ہے یعنی بعض احکام و امورات اور بعض اعمال و اقوال کو منسوخ و موقوفہ و متروکہ و موضوعہ و ضعیفہ قرار دیکر اصلی احکام و ارشادات کو ثابت کرکے اسلام کو بے داغ و الزامات سے بری کرکے صحیح دکھایا ہے تاکہ مخالفین اسلام کے شکوک و شبہات دفع ہوجائیں۔ پس اب جو کوئی دشمن اسلام بعض امورات متروکہ و ضعیفہ کو دیکھکر کہے کہ اسلام عیبدار یا غلط ہے تو وہ مردود و قول اُسکا مردود ہے۔ اسیطرح مذہب حنفی مقدس بھی عبارت ہے مسائل مفتی بہ و معمولات علماء امت سے جوکہ بعد از جرح و تعدیل اور بعد از تصحیح و تکمیل و توضیح و تفصیل منقح و مروج اور محقق و مصدق ہوچکے ہیں اسی کا نام مذہب حنفی ہے جسقدر اقوال صاحبین کے ہیں وہ فی ذاتہٖ اُنکے نہیں بلکہ وہ بھی حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہی اقوال ہیں (دیکھو صفحہ ۴ بذیل جواب اُترکو اقوالی) پس اب جو کوئی شخص دشمن امام العالم کی ضعیف روایت یا مرجوح و منسوخ قول کو دیکھکر کہے کہ مذہب اقدس حنفی غلط ہے تو وہ بھی مردود اور اُسکے اقوال و اعمال بھی مردود۔ نعوذ باللہ منہ۔

امر نوزدہم۔ قرآن کریم نے سکھایا ہے کہ جب کسی نیک بندہ عالم باعمل کی خدمت میں بغرض حصول علم حق اطاعت اختیار کیجائے تو اسکا مقلد بنکر یا مرید بنکر اسپر اعتراض نہ کریں۔ کیونکہ مقلد یا مرید بنکر اگر معترض ہوگا تو نتیجہ اُسکا حرمان و بُعد ہوگا اور منافع اصلی و خزائن الٰہی سے محروم رہیگا۔

ع۔ "بے ادب محروم گشت از لطف رب" چنانچہ قصہ حضرت موسیٰ و خضر[1] علیہما السلام کا اسپر شاہد و مؤید ہے جسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا کہ ایک بندہ خدا کا ایسا ہے جسکو خدا نے

---

[1] حضرت خضر علیہ السلام اب تک زندہ ہیں کل مسلمانان اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے۔ اسکی تحقیق ہمارے رسالہ تحفہ کرشنیہ میں دیکھو۔ م

علم لدنی عطا فرمایا ہے تو اُنکے ملنے کیواسطے سفر طویل اختیار کیا۔ جب خضر علیہ السلام سے ملاقی ہوئے
تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا یعنے کیا
میں تابع ہو جاؤں آپکا اسپر کہ مجھے وہ علم عنایت کرو جو آپ کو تعلیم کیا گیا ہے از قسم رشادت وہدایت کے
خضر علیہ السلام نے جواب دیا اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا یعنے اے موسیٰ آپ میں میرے ساتھ
رہکر متابعت کرنیکی طاقت نہیں کیونکہ تقلید تو بڑی بہادری وہمت کا کام تھا لہذا موسیٰ علیہ السلام نے
اپنی طرف سے تو بہادری کا ثبوت دیکر تقلید کا اقرار یوں کیا سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ
لَكَ اَمْرًا یعنے خدا چاہے تو میں آپکے اقوال وافعال پر صبر کرکے بالسوال کسی بات میں نافرمانی نہ کرونگا
یعنے پکا مقلد[1] ہوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پھر دوبارہ یہ شرط کرالی جو ہر اک مقلد کیواسطے ضروری
ہے یعنے فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا یعنے اے موسیٰ
اگر تم میری تابعداری کرنا چاہتے ہو تو میرے کسی کام پر سوال واعتراض نہ کرنا جبتک خود میں بیان
نہ کروں۔ یہ شرط اسلئے کرائی گئی کہ اکثر قاعدہ ہے کہ جس چیز کا علم نہ ہو اوسپر آدمی گھبرا جاتا ہے۔ اور
جھٹ اعتراض ومخالفت پر کھڑا ہوکر تقلید سے باہر ہو جاتا ہے اور یہ سخت ضرر ونقصان دہ ہوتا ہے
چنانچہ اس شرط پر موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کے ساتھ سفر اختیار کیا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ
السلام سے صبر وقرار نہ ہو سکا اور معترض ہوئے اور خضر علیہ السلام نے اون کو اون امور کی حقیقت
بیان کرکے فرمایا جو کام میں نے کئے وہ بحکم خدا تھے میرا ذاتی کام نہ تھا۔ مگر چونکہ تمہارا صبر واستقلال پہلے ہی
کامل ثابت نہ ہوتا تھا آخر یہی ہوا نہ نکلا اسلئے آپکو اپنی صحبت سے نکالتا ہوں اور میری تمہاری جدائی
وعلیحدگی کا باعث صرف یہی اعتراضات ہوئے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اسقدر دانا ودور اندیش

---

[1] یہی معنے تقلید کے ہیں کیونکہ اتباع بلا دلیل بلا روک ٹوک بلا تحقیق وتفتیش کا نام تقلید ہے۔ اور یہی شرط
حضرت خضر علیہ السلام نے قرار کرکے دے لیا۔

اور رسل اعظم تھے کہ پہلے ہی لفظ انشاء اللہ کہکر وعدہ خلافی کے وعید سے بچکر چلے گئے ماسوائے اسکے وہ رسل وصاحب کتاب وکلیم اللہ تھے اور خضر علیہ السلام کی نبوت میں بھی اختلاف ہے لہذا وہ مورد عتاب نہ ہوئے کیونکہ جبکہ مجتہد کو اختیار ہے کہ کسی اور مجتہد کی تقلید کرنے یا نہ کرنے کا تو رسل کو بطریق اولی اختیار ہے لیکن پھر بھی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا رحم کرے موسیٰ علیہ السلام پر کہ اگر سکوت وخاموشی اختیار کرتا تو بہت سے عجائبات الٰہی معائنہ کرتا۔ اب اسی قصہ سے کئی امور پیدا ہوئے (۱) جس شخص کو اپنا امام یا پیر بنا وے تو اوسکی پوری متابعت کرے (۲) اوسکے کام پر اعتراض نہ کرے اگر ضرورت پڑے تو مودبانہ ومخلصانہ طریق سے عرض داشت کرکے جیسا جواب ملے سنکر چپ ہو رہے اگر نہ سمجھے تو اپنا قصور فہم سمجھے (۳) اس قسم کے اتباع میں صدہا فوائد ہیں جو اور کسی طریق سے حاصل نہیں ہوتے (۴) جب کسیکو اپنا امام یا شیخ سمجھے تو اوسکی مخالفت ومقابلہ کرنیکا نتیجہ یہ ہے کہ اوس بزرگ کی برکات اور فیوض وامداد سے محروم رہجاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک (۵) جبکہ نبی اقرب ورسل اعظم موسیٰ علیہ السلام سے یہ شرط کرائی گئی تھی کہ مجھسے میرے کاموں کے متعلق اعتراضاً سوال نہ کرکہ یہ کام چوں اور چرا ہے۔ پھر عوام جہلا ؤ امتیہ محمدی کے تحصیل یا فتوں کو کب جائز ہے کہ امام حنفی کی تقلید کرکے پھر اونکے فیصلجات ومعاملات پر باغیانہ اعتراض کریں۔ (۶) جیسا نبی اور امتی کا مقابلہ ومباحثہ جائز نہیں ویسا ہی مقلد ومجتہد یا طالب وشیخ کا مقابلہ جائز نہیں۔ یہی طریق حضرات علما صادقین وصوفیا صالحین کا برابر چلا آتا ہے۔ چنانچہ عوارف شریف اور مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملاحظہ سے پتہ ملتا ہے۔

امر بستم۔ خدا نے اس دین کا نام اسلام رکھا ہے۔ اسلام کے معنے گردیدہ شدن وباور کردن وقبول وتسلیم نمودن۔ اور اسلام نے جو امورات ارشاد فرمائے ہیں اون میں بھی تسلیم وقبول کی خوش بوئی پائی جاتی ہے۔ مثلاً اولاد اپنے والدین کی پابند۔ رعایا اپنے بادشاہ کے حکم پر پابند۔ عورت

اپنے خاوند کے پابند۔ مقتدی اپنے امام کے پابند۔ قافلہ اپنے رہبر رہنما کا پابند۔ جاہل اپنے عالم کا پابند۔ غلام اپنے مولا کا پابند۔ غیر مجتہد اپنے مجتہد کا پابند۔ فوج اپنے سردار کے پابند۔ مریض اپنے حکیم کے پابند وغیرہ۔ پس ثابت ہوا کہ اسلام پابندی سکہاتا ہے نہ آزادی۔ انگریز جب لعل ہندوستان میں آئے تو دیکھا کہ مسلمان اپنے احکام و امورات مذہبی کے تحت پابند ہیں تو ان کو آزادی پر قائم کرنا چاہیئے اور خوب عمدگی سے آزادی دیدی اور غیر مقلد بنانا شروع کیا اور سب سے زیادہ اسمیں علیگڈہی نیچری نے حصہ لیکر بہت اہل ایمان کو برباد کیا۔ یہاں تک نوبت نیچریوں کی آئی کہ نبی برحق کی تقلید کو ترک کر کے آزاد ہو گئے جیسے کہ عیسائی فرقہ نے اپنا اصلی دین و مذہب (جو حضرت مسیح چھوڑ گئے تھے) ترک کر کے نیا مذہب از خود ایجاد کر کے اوسکا نام دین مسیحی رکھا ہے اسیطرح نیچریوں نے بھی نیا دین تیار کر کے اصلی دین کو نہ صرف چھوڑا بلکہ اصلی اسلام کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ مولوی اسمٰعیل[1] دہلوی مصنف تقویۃ الایمان و مولوی نذیر حسین دہلوی کو تو بہانہ کافی تہا اونہوں نے اور بھی متانت سے خلق اللہ کو گمراہ کر کے غیر مقلد بنایا۔ یہ فرقہ اس حد تک بڑھگیا کہ اب حدیثوں کو منسوخ کرتے ہیں۔ اسکا دوسرا نام اب چکڑالوی بھی رکھا جاتا ہے بپناہ بخدا۔ ایک لطیفہ بھی قابل ذکر ہے کہ کسی غیر مقلد کو کسی نے کہا کہ بالفرض اگر تمام انبیاء حضور علیہ السلام کے وقت موجود ہوتے تو تو اسوقت کیا کرتا۔ کیونکہ تو اسوقت تو صرف ایک حضور علیہ السلام کی ہی تقلید کا قائل نہیں تو جواب دیا کہ میں تو نبی کی تقلید کو بھی برا سمجھتا ہوں (نعوذ باللہ من ذالک) اب دیکھیئے کہ غیر مقلدوں کی حالت کہاں پہونچی ہے۔ خدا سب کو ایمان دیکر کا پکا پکا مقلد بناوے۔ آمین۔

اے ناظرین! یہ بیست[20] امور جو بطور مقدمہ عرض کئے گئے ہیں انکو اچھی طرح بار بار پڑھکر ذہن نشین کر کے اصل مسئلہ پر غور کرو۔

---

[1] یہانتک کہ دیوبندی گنگوہی جو بظاہر نام حنفی ہیں وہ بھی ایسے لوگوں کے دام میں آکر نہ اودہر کے ہوئے نہ ادہر کے ۱۲۔

اصل مقصود

اگرچہ بیانات مذکورہ تقلید کے متعلق کسی ذی فہم ونیک نیت پاک طینت کو شک وشبہ نہ ہوگا مگر چونکہ بعض سادہ لوحوں کو غیر مقلد صرف ترجمہ بعض آیات کا دکھا کر بتاتے ہیں کہ دیکھو اس میں تقلید کا رد ہے اور تمہارے پاس وجوب تقلید کی کوئی دلیل شرعی نہیں۔ اگر ہے تو دکھاؤ۔ لہٰذا چند ادلہ لکھی جاتی ہیں۔

تقلید کے وجوب پر پہلی دلیل

قال اللہ تعالیٰ یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ۔ "یعنے جس دن پکارینگے ہم ہر اک شخص کو اوسکے امام کے ساتھ"۔ تفسیر بیضاوی میں ہے ای بمن ائتموا به من نبی او مقدم فی الدین۔ اور یہی عبارت ہے مدارک شریف میں۔ یعنے امام خواہ نبی ہو یا مقتدائے دین ومطاع حق۔ تفسیر معالم میں ہے، عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال بامام زمانهم الذی دعاهم الی ضلالة او هدی وعن سعید ابن المسیب کل قوم یجتمعون الی رئیسهم فی الخیر والشر۔ تفسیر حسینی میں ہے یا مقتدائیکہ در مذہب او متابعت او نمودہ باشند۔ چنانچہ ندا زند یا شافعی۔ یا حنفی۔ ودریں باب از علی مرتضیٰ نقل میکنند کہ دراں روز ہر قومی را بخوانند بامام زمانِ ایشاں۔ یعنے ہر اک انسان کو اوسکے امام کے ساتھ بلائینگے۔ یہی مضمون ہے تفسیر کبیر اور نیشا پوری اور ابو السعود وغیرہ میں اور در قائق الاخبار عربی صفحہ ۲۶ مطبوعہ مصر ۱۳۰۶ھ میں ایک حدیث یوں ہے اذا کان یوم القیمة ینصب لواء الصدق لابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه وکل صدیق یکون تحت لوائه ولواء الشهادة لعلی وکل شهید تحت لوائه ولواء القرأة لابی ابن کعب وکل قاری یکون تحت لوائه

یعنے قیامت کے روز ہر اک وصف کے لوگوں کا ایک ایک امام ہوگا اور اوسکے ہاتہہ اوسی صفت کا ایک ایک جھنڈ ہوگا۔ صدیق اکبر کے ہاتہہ صدق کا جہنڈا حضرت علی کے ہاتہہ شہادت کا جہنڈا۔ اور قرءۃ کا جہنڈا حضرت ابی ابن کعب کے ہاتہہ ہوگا۔ علیٰ ہذا اور بہی دوسرے خلفاء وصحابہ کرام کا ذکر ہے۔ پس جبکہ ثابت ہوا کہ ہر اک شخص اپنے اپنے امام کے ساتہہ بلایا جائیگا تو ہر اک انسان پر لازم ہے کہ کسی ایسے شخص کو نائب و امام مقرر کرے کہ جس سے تمام ضروریات دینی وبرکات وفیوضات اسلام حاصل ہوں جیسا کہ آئمہ مجتہدین وصوفیا ومشائخین ہیں۔ انکے ملنے ملانے سے انشاء اللہ قیامت کو ہر نہج سے نجات ہوگی۔ آمین۔

باقی رہا یہ کہ آیۃ میں امام سے مراد محدثین ومفسرین نے کئی افراد لئے ہیں۔ جیسا کہ نبی وکتاب واعمالنامہ وملل وامہات اور ہر اک نے اپنی اپنی جگہ حدیثیں واقوال پیش کئے ہیں۔ تو موضع احتمال پر استدلال باطل ہوجاتا ہے۔ سو جواباً عرض ہے کہ جب یہ احتمالات ہیں تو آپ صاحبان اس آیۃ کو کسطرح استدلال میں لائینگے۔ کیونکہ جتنے احتمال ہیں اُن سے اگر مدعی ہوں تو آخر کیا آیت بیکار چھوڑی جاویگی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جو احتمالات ممکن الوقوع ہیں اونکا لینا جائز ہے ورنہ اعتراض سے تو خالی کوئی نہ رہیگا۔ مثلاً کُلّاً ناس میں انبیاء بہی ہیں وہ کسی کے نام سے بلائے جائینگے۔ اُمہات کی بابت عرض ہے کہ جنکی ماں نہیں جیسا کہ آدمؑ وحواؑ وغیرہ وہ کس کے نام سے پکارے جائینگے۔ یا جو لوگ اہل کتاب بہی نہیں اور وہاں پر نبی بہی نہیں آیا۔ یا وہ قوم کسی دین پر نہ گذری بلکہ قبل از ابلاغ وبلوغت مرگئے تو اونکا کیا حال ہے۔ پس جسطرح وہ سب احتمالات باوجود مختلف ہونیکے درست ہیں تو اسیطرح یہ بہی ممکن الوقوع ہیں۔ چنانچہ امام ابویوسفؒ وغیرہ کا یہ قول بہی اسپر شاہد ہے۔

حسبی من الخیرات ما اعددتہ ۔۔۔ یوم القیمۃ فی رضی الرحمٰن

دین النبی محمد خیر الوریٰ ۔۔۔ ثم اعتقادی مذہب النعمان

یعنے قیامت کے دن خدا کے خوش کرنے کے لئے مجھے دو چیزیں کافی ہیں۔ ایک تو دین محمدی دوسرا مذہب حنفی کا عقیدہ (درمختار وغیرہ) اور دیکھیئے حضرت امام شعرانی مالکی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میزان میں فرماتے ہیں ولما مات شیخنا الاسلام الشیخ ناصر الدین اللقانی رحمۃ اللہ علیہ راٰہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ ما فعل اللہ بك فقال لما اجلسنی الملکان لیسئلان داتاھم الامام المالك فقال مثل ھذا یحتاج الی سوال فی ایمانہ باللہ ورسولہ تنحیا عنہ فتنحیا عنی الخ یعنے شیخ الاسلام میرے شیخ ناصر الدین نے جسوقت وفات پائی تو بعض اولیاء اللہ نے ان کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھہ کیا معاملہ کیا تو آپنے جواب دیا کہ جسوقت منکر و نکیر آئے اور مجھہ سے سوال کیا ایمان کا تو ناگاہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے اونکو فرمایا کہ تعجب ہے ایسے شخص سے بھی ایمان کا سوال کیا جاتا ہے کیا ایسے شخص کو بھی اس سوال کی ضرورت ہے۔ چلے جاؤ پس وہ دونوں چلے گئے۔ یہی امام شعرانی اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ان الصوفیۃ والفقہاء کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیر لہ وعند الحشر والنشر والحساب والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف الخ واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم ومریدیھم فی جمیع الاحوال والشدائد فی الدنیا والاخرۃ فکیف بائمۃ المجتھدین وھم ائمۃ المذاھب الذین ھم اوتاد الارض و ارکان الدین وامناء الشارع علی امتہ فطب نفسا یااخی وقر عینا بتقلید کل امام ما شئت منھم الخ۔ یعنے جبکہ حضرات صوفیا کرام اپنے مریدوں اور طالبوں کی شفاعت کرتے ہیں اور اونکے نگہبان ہیں اور مرنیکے وقت قبر میں سوال کے وقت قیامت میں حساب و کتاب و پلصراط کے وقت اپنے خادموں کی امداد و افاضہ کرینگے تو حضرات مجتہدین تو ارکان دین اور امین امت اور دین کے امام ہیں وہ تو بطریق اولی ایسے کام کرینگے۔ مقلدوں کے حقیں پھر یہی امام شعرانی میزان میں دوسری جگہ

لکھتے ہیں ویأخذ الائمۃ المجتھدین بیدیھم فی اھوال القیمۃ فکل مجتھد راہ ھنالک یتبسم وجھہ ویأخذ بیدہ بخلاف من کان بالضد من ذالک فانہ ربما ینظر الائمۃ الیہ نظر الغضب لسوء ادبہ معھم وتعصبہ علیھم بغیر حق۔ یعنی امامان دین مجتہد اپنے اپنے مقلدوں پر راضی ہوکر اونکو دوزخ سے خلاصی دلوائینگے اور منکر وغیر مقلد پر بوجہ بے ادبی کے غضب پڑیگا۔ علیٰ ہذا القیاس کئی بزرگان دین نے ایسا ہی مضمون بیانکیا ہے غرضکہ لازم ہے کہ مقلد رہے۔

سوال۔ آیت مذکورہ میں تو یہ حکم نہیں کہ اماموں کی تقلید فرض ہے بلکہ یہ ایک خبر ہے اس سے وجوب کہاں ثابت ہے ؟

الجواب۔ گو یہ خبر ہے مگر خبر سے مراد یا امر ہے یا نہیں۔ کیونکہ اخبار امم سابقہ و احوال انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے مقصود کیا ہے۔ یہی تو غرض ہوتی ہے کہ لوگ صالحین مؤمنین کے حالات پڑھکر احکام معروفہ و امورات حسنہ پر مضبوط و شائق ہوں اور کفار و ملحدین و مفسدین کے حالات سنکر منہیات و معاصی سے باز رہیں۔ اسیطرح یہاں بھی یہی مطلب ہے۔ کہ قیامت کو ہر اک شخص اپنے اپنے امام کے ساتھہ ہوگا تو اس امر سے اطلاع دیگئی کہ کل قیامت کو یہ نہ کہنا پڑے لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا الآیۃ۔ اور یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا اسلئے آج ہی سوچکر ایسے شخص کے مقلد ہو کہ خدا و رسول علیہ السلام کے نزدیک مقبول و محبوب ہو جیسا کہ امامان دین مجتہدین اور مشائخین صادقین اگر کہیں کسی وہابی یا نیچری یا مرزائی کو اپنا گورو بنالیا تو بس دوزخ میں تمکو عام سکونت حاصل ہے جس دوزخ میں چاہو رہ سکتے ہو۔ تو یہ خبر بمعنے امر اور نہی ہر دو افراد پر دال ہوئے۔ اور حدیث نے بھی دین کے اخذ کرنیکے واسطے سخت احتیاط و اتقا کی تاکید فرمائی ہے۔ یعنے دین ایسے شخص سے حاصل کرو جو علماً و عملاً ظاہراً و باطناً دین کا امام ہو۔ **حدیث** عن ابن سیرین قال ان ھذا العلم

دین فانظروا عمن تاخذون دینکم۔ رواہ مسلم۔ یعنے یہ علم حق ہی دین ہے جس سے حاصل کرنا ہو تو پہلے اوس شخص کو دیکھ لو جس سے حاصل کروگے۔ اس قسم کی صدہا حدیثیں کتب حدیث میں ہیں چنانچہ دارمی شریف "باب الاجتناب عن اہل الھوا" میں بہی کئی صحیح حدیثیں موجود ہیں تو ہمیر بقول اہل عقل الکنایۃ ابلغ من التصریح ایک اشارہ و ترغیب ہے اس بات کیطرف کہ امام ایسا شخص بنایا جائے جو متقی و جامع علوم ظاہری و باطنی و راجع الی اللہ ہو۔ جیسا کہ فرمایا خدا تعالی نے وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ[1] اَنَابَ اِلَیَّ یعنے متابعت کر اوسکی جو خدا کیطرف راجع ہے۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ جب کسی متقی کو امام بنایا جائے تو اوسکی متابعت مقصود ہے نہ محض لغو اور لہو و لعب۔ چنانچہ حدیث میں ہے انما جعل الامام لیؤتم بہ یعنے امام تو متابعت کیواسطے مقرر کیا گیا ہے۔ پس مقلدین آئمہ اربعہ قیامت کے روز خدا چاہے صاف نجات پائینگے اور غیر مقلدین رہ جاوینگے۔

دوسری دلیل تقلید پر

قولہ تعالی۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ط

اس آیت میں ایمانداروں پر تین قسم کی تابعداری فرض کیگئی۔ خدا کی[1]۔ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی[2] اولی الامر یعنے صاحبان حکم کی[3]۔ اس آیت میں اولی الامر کافی ہے مگر لفظ منکم سے تصریح ہوگئی چنانچہ قرآن نے خود اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ یعنے اولی الامر مجتہدین و مستنبطین ہیں اور ہر ایک مستنبط ہی نہیں بلکہ لفظ منہم سے تبعیض و تخصیص ثابت ہوئی مفسرین نے بہی اسی کو ترجیح دی ہے (۱) سنن دارمی شریف میں روایت ہے اخبرنا یعلی حدثنا عبد الملک عن عطاء قال اُولِی الْاَمْرِ ای اولی العلم والفقہ

---

[1] حرف مَنْ لفظاً عام ہے اور معناً خاص ہے یعنے ایک شخص مراد ہے نہ دو چار ۱۲۔

یعنے مراد اولی الامر سے فقہا ہیں (۲) تفسیر اتقان میں امام سیوطی یوں لکھتے ہیں عن ابی طلحۃ عن ابن عباس قال اولی الامر اهل الفقه والدین یعنے فقہا رمجتہدین اولی الامر ہیں (۳) اخرج ابن جریر والمنذر وابن ابی حاتم والحاکم عن ابن عباس وعن مجاهد هم اهل الفقه والدین یعنے اولی الامر حضرات فقہا ہیں (۴) تفسیر کبیر جلد ثالث صفحہ ۳۵۰ میں بھی یہی مضمون ہے (۵) شرح مسلم امام نووی جلد ثانی صفحہ ۱۲۴ میں بھی ہے (۶) تفسیر معالم و نیشاپوری میں بھی یہی ہے خلاصہ یہ کہ صحابہ وتابعین نے اولی الامر سے مجتہدین کی اطاعت فرض وواجب ٹھرائی ہے اور جاہل وہابیوں کا یہ کہنا کہ سوائے خدا ورسول علیہ السلام کے اور کی تابعداری شرک وبدعت ہے کسقدر دروغ بے فروغ ہے۔

سوال۔ اولی الامر سے مراد حکام وقت نہیں نہ مجتہدین۔

الجواب۔ حکام دو قسم پر ہیں۔ کفار ومشرکین۔ مسلمانان صادقین۔ تو قسم اول کی شان میں تو صاف وارد ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الظالمون۔ هم الکافرون۔ هم الفاسقون یعنے وہ حاکم کافر وظالم وفاسق ہیں۔ اور باقی رہا قسم ثانی۔ سو وہ بھی دو قسم پر ہیں (۱) اہل علم صادقین مومنین (۲) جہلا وفاسق فاجر۔ سو اگر قسم اول یعنے علما رصادقین ہیں تو بیشک ہم بھی کہتے ہیں کہ علما مجتہدین ہیں۔ اور اگر مراد تمہاری قسم ثانی ہے کہ فاسقوں وفاجروں کی متابعت تمہارے نزدیک فرض ہوگی۔ واقعی تمہارے امام ایسے ہی مناسب ہیں۔ افسوس کہ غیر مقلدوں کو علم سے محرومی تو تھی عقل سے بھی یہ بیچارے معطل کئے گئے ہیں۔ آجتک انکو اولی الامر کے معنے بھی نہیں آئے۔ وجہ کیا یہ لوگ نجات المومنین پڑھکر فاضلوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر بدقسمتی سے تفسیر محمدی یا ثنائی پڑھی تو بس ڈبل مجتہد بلکہ ڈیڑھ گز او پسر اور بھی بڑھ گئے۔ اصل بات کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے وقت مبارک میں امیر وقاضی وحاکم خوب عالم دین مومن صادق مقرر ہوتے تھے بے علم وفاسق کو امیر کرتے ہی نہ تھے۔

پس وہی اولی الامر ہیں جنکی اتباع واجب ہے۔ اسلئے اب بھی وہ حاکم فی الدین ہوگا جو عالم کامل اور مؤمن صادق ہے۔

اب یوں یاد رکھو کہ (۱) حاکم سے مراد اہل اسلام نہ کفار (۲) اہل اسلام میں سے اہل علم ہیں نہ کہ جاہل ومحد (۳) اہل علم سے مراد وہ نہیں جو ترجمہ مشکوٰۃ پڑھکر شیخ الکل محدث بن بیٹھے بلکہ وہ شخص مراد ہے جس کا حکم ہر حال میں قابل اتباع ہو۔ وہ سوائے مجتہدین کے اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث میں آیا ہے اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران وان اخطاء فله اجر واحد۔ اسکے تحت میں امام نووی شرح مسلم جلد دوم کتاب الاقضیہ صفحہ ۷۶ میں لکھتے ہیں قال العلماء اجمع المسلمون علی ان ذالك الحديث فی حاکم اهل للحکم الخ یعنے یہ حدیث مذکورہ اوس حاکم کی نسبت ہے جو کہ لائق حکم ہے نہ ہر اک حاکم کیونکہ مجتہد جب حکم کریگا تو یا کتاب وسنت سے یا اجتہاد سے اور بحالت صواب دو اجر سے اور بحالت خطا ایک اجر سے ماجور ہے اور ہر دو حالت خطا وصواب میں وہ مطیع الرسول ہے پس مقلد بطریق اولیٰ مطیع الرسول ہے کیونکہ مقلد متبع مجتہد کا ہے اور مجتہد متبع حق ہے اور جو متبع حق ہے وہ واجب الاتباع ومطاع ہے بخلاف غیر مجتہد کے کہ وہ نہ تو اجتہاد کر سکتا ہے نہ کسی اجتہادی مسئلہ پر مصیب وماجور ہے بلکہ اگر قیاس کریگا بھی تو عاصی وخاطی ہوگا۔ دیکھو شرح مسلم جلد دوم صفحہ ۷۶ وغیرہ۔ اور اگر حکام اہل اسلام حاکمان لئے جاویں تو پھر بھی سلاطین اسلام تمام روے زمین کے مقلد وصوفی مشرب ہیں۔ چنانچہ ترکستان وافغانستان وغیرہ اکثر حنفی نقشبندی ہیں اور مصر اور بغداد وغیرہ اکثر حنفی وحنبلی ومالکی وقادری ہیں۔ پس اگر حکام کی ہی تابعداری کرنا ہے تو وہ مقلد ہیں تم بھی تقلید کرو۔ اب آیت مذکورہ کی تشریح احادیث صحیحہ سے کیجاتی ہے جس سے صاف ثابت ہوگا کہ شرع شریف میں کتنے اصول اہلسنت کے نزدیک ہیں۔

(۱) عن معاذ بن جبل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لما بعثه الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لك قضاء قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة

بسنة رسول الله قال فان لم تجد فی سنة رسول الله قال اجتهد برأیی ولا آلو قال
فضرب رسول الله صلی الله علیه وسلم علی صدره وقال الحمد لله الذی وافق رسول رسول الله
بما یرضی به رسول الله صلی الله علیه وسلم. رواه الترمذی وابوداؤد والدارمی یعنے حضور علیہ السلام
نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم و امیر مقرر کرکے روانہ فرمایا اور پوچھا کہ اے معاذ! اگر
تجھے کوئی مقدمہ درپیش آیا تو کیا کروگے؟ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ قرآن سے فیصلہ کرونگا
آپ نے پوچھا اگر قرآن میں نہ پاوے تو پھر معاذؓ نے عرض کیا کہ حدیث سے۔ آپ نے فرمایا اگر حدیث میں نہ پاؤ تو
معاذؓ نے عرض کی کہ پھر میں اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرونگا۔ اور بالسوال تقصیر نہ کرونگا۔ حضور
علیہ السلام یہ جواب سنکر ایسے خوش ہوئے کہ معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مارکر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے
معاذ کی رائے کو اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے کے موافق کردیا۔ اے ناظرین اس حدیث سے
تشریح آیت کی ہوگئی اور کئی امور ثابت ہوئے۔

(۱) احکام تین قسم پر ہیں قرآن۔ حدیث و اجتہاد (۲) بعض احکام بھی ایسے ہیں کہ نہ قرآن میں صاف
نہ حدیث میں صریح (۳) مجتہد جب قرآن و حدیث میں کوئی حکم نہ پاوے تو اجتہاد سے فیصلہ کرے
(۴) بعد از قرآن و حدیث مجتہد ہی حاکم ہے اور مجتہد کا حکم ہی واجب الاتباع ہے نہ غیر مجتہد کا (۵) اجتہاد
خدا و رسول کی مرضی کے موافق نہ مخالف (۶) اہل یمن پر معاذؓ کی اطاعت تینوں امور میں واجب تھی
(۷) مجتہد کو شارع علیہ السلام کے روبرو بھی اجتہاد سے کام لینا حکم جاری کرنا جائز تھا چہ جائیکہ
بعد شارع کے کیونکہ آپ نے معاذ کو یہ نہ فرمایا کہ اگر قرآن و حدیث میں نہ ملے تو میں فی الحال موجود ہوں
مجھے بذریعہ خط و کتابت پوچھ لینا باوجودگی میرے قیاس کچھ نہ کرنا۔ مزید برآں احکام شرعیہ بھی وقتاً
فوقتاً بدلتے رہتے تھے اور جدید احکام نازل ہوتے جاتے تھے کوئی ناسخ کوئی منسوخ (۸) اہل یمن کو
بھی حضور علیہ السلام نے یہ حکم نہ فرمایا کہ معاذؓ سے ہر مسئلہ کی دلیل طلب کرتے رہنا۔ اگر قرآن و حدیث سے

کہے تو ماننا اگر اجتہاد سے کہے تو نہ ماننا حالانکہ وہاں کوئی عالم بھی نہ تھا (۹) آں اہل یمن نے بھی معاذ سے اصرار نہ کیا کہ شارع علیہ السلام کی موجودگی میں قیاس کی ضرورت نہیں اور صاحب نبوت کے روبرو قیاس کیا چیز ہے یہ گویا اشارہ ہے کہ اگر مجتہد کو ضرورت درپیش ہو تو بلاشک وہ اجتہاد سے حکم کرے۔ اور تعمیل کرائے اور شارع سے اجازت کا منتظر نہ رہے (۱۰) مجتہد اپنے آپ کو یقیناً صادق و برحق سمجھے ورنہ اگر خود ہی مجتہد کو شک ہو تو وہ دوسرے کو مجبور کس طرح کر سکتا ہے

پس اس حدیث سے واضح ہوا کہ اولی الامر شارع علیہ السلام کے نزدیک مجتہد ہے اور بعد از قرآن و حدیث مجتہد ہی واجب الاتباع و مقتدا و مطاع ہے۔ اب اولی الامر سے حکام جہلار یا فاسق مراد لینا خلاف مرضی شارع علیہ السلام ہے۔

حدیث دوم ۔ العلم ثلثة ۔ اٰية محكمة او سنة قائمة او فريضة عادلة الحديث ۔ رواہ ابو داؤد وابن ماجة ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں حدیث مذکورہ کے نیچے یوں لکھتے ہیں " فریضہ عادلہ ایست کہ مثل و عدیل کتاب و سنت است اشارت است با جماع و قیاس کہ مستند و مستنبط اند از اں و باین اعتبار آنرا مساوی و معادل کتاب و سنت و الشہرت اند و تعبیر از اں فریضہ عادلہ کردہ اند تنبیہ بر آں کہ عمل بآنہا واجب است چنانچہ بکتاب و سنت پس حاصل ایں حدیث آں شد کہ اصول دین چہار اند۔ کتاب و سنت و اجماع و قیاس"۔ خلاصہ حدیث مذکورہ کا یہ نکلا کہ اہل اسلام کے نزدیک چار اصول ہیں۔ قرآن و حدیث و اجماع و قیاس۔

حدیث سیوم ۔ ان عمر ابن الخطاب لما ولی شريحا القضاء قال له انظر فيما تبين لك في كتاب الله صريحا فلا تسئل عنه احدا وما لم تبين لك في كتاب الله فاتبع ما فيه سنة محمد صلى الله عليه وسلم وان لم يتبين لك في السنة فاجتهد فيه برأيك رواه البيهقي یعنے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریح کو قاضی مقرر کر کے فرمایا کہ جو چیز صاف قرآن میں ہے

اوسکے متعلق کسی سے نہ پوچھ۔ اگر قرآن میں نہ ملے تو حدیث میں دیکھ۔ اگر وہاں بھی نہ ملے تو اپنا اجتہاد کر۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ اولی الامر کے معنے مجتہد ہیں نہ غیر کوئی۔

حدیث چہارم۔ کان ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ اذا ورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ فان وجد ما فیہ یقضی بینہم قضی بہ وان لم یکن فی الکتاب وعلم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک الامر سنۃ قضی بہ فان اعیاہ خرج فسأل المسلمین الی ان اذا اجتمع رأیہم علی امر قضی بہ رواہ الدارمی۔ یعنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مقدمہ آتا تو اگر قرآن وحدیث سے جواب ملتا تو فیصلہ کرتے اگر دونوں سے نہ ملتا تو اجتماع اہل اسلام کی رائے سے فیصلہ کرتے۔

حدیث پنجم۔ قال عبد اللہ ابن عباس اذا سئل عن الامر فکان فی القرآن اخبر بہ
(دیکھو رسالہ انصاف مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۱۲)
وان لم یکن فی القرآن وکان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبر بہ فان لم یکن فعن ابی بکر وعمر فان لم یکن فیہ قال برأیہ۔ وفی روایۃ فانظر ما اجتمع علیہ الناس فخذ بہ رواہ الدارمی ص ۳۳ ولہ۔ یعنے اگر ضرورت کسی مسئلہ کی ہو تو پہلے قرآن میں دیکھو پھر حدیث میں پھر شیخین کے فیصلجات میں۔ اگر نہ ملے تو جماعت مسلمین سے اگر وہاں نہ ہو تو اجتہاد سے فیصلہ کرو۔ یہی فیصلہ ابن عباس کا تھا۔ اس سے بھی چار اصول قرآن وحدیث و اجماع و قیاس ثابت ہوئے

حدیث ششم۔ عن عبد اللہ ابن مسعود قال فمن عرض لہ قضاء بعد الیوم فلیقض فیہ بما فی کتاب اللہ فان جاءہ ما لیس فی کتاب اللہ ولم یقض بہ بما قضی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ فلیقض بما قضی بہ الصالحون الحدیث۔ رواہ الدارمی۔ یعنے اگر کسیکو کوئی مقدمہ پیش آوے تو قرآن وحدیث سے فیصلہ کرے۔ اگر وہاں سے مسئلہ نہ ملے تو اولیاؤ صلحاء کے فیصلجات پر فیصلہ کرے قضی بہ الصالحون سے مراد علماء صادقین وائمہ مجتہدین ہیں

کیونکہ شرعی معاملات کا فیصلہ مجتہد ہی ٹھیک کر سکتا ہے نہ جاہل وابجد خواں۔

حدیث ہفتم۔ عن عبد اللہ قال اذا سئلتم عن شئ فانظروا فی کتاب اللہ فان لم تجدوا فی کتاب اللہ ففی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان لم تجدوہ فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما علیہ المسلمون فان لم یکن فیما اجتمع علیہ المسلمون فاجتھدوا برأیك رواہ الدارمی۔ باب الفتیا۔ یعنے جب تم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو قرآن وحدیث دیکھ کر بتاؤ نہیں تو جماعت مسلمین کی رائے سے فیصلہ کرو ورنہ اجتہاد کرو۔ اس حدیث سے بھی چار اصول قرآن وحدیث واجماع وقیاس ثابت ہوئے۔ پس اب جو شخص چار اصول میں سے دو کو تو لیتا ہے اور دو (اجماع وقیاس مجتہد) کا مخالف ہے وہ نہ صرف وہابی بلکہ مفسد فی الدین وملحد ہے۔

سوال۔ ہر ایک فرقہ خواہ مرزائی ہو نیچری ہو وہابی یا مسلمان اہلسنت ہو۔ سب کا یہی دعویٰ ہے کہ ہماری طرف اسقدر لوگ ہیں۔

جواب۔ اسکا فیصلہ تو حضور علیہ السلام نے صاف کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ یہ ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن الامر یحدث لیس فی کتاب ولا سنۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر فیہ العابدون من المؤمنین۔ رواہ الدارمی ص۳۴۔ ایک حدیث یوں ہے فلیقض بما قضی بہ الصالحون۔ رواہ الدارمی۔ اور ایک حدیث یوں ہے اتبعوا السواد الاعظم۔ رواہ ابن ماجہ۔ یعنے جو نئی بات قرآن وحدیث میں نہ ہو تو پہلے عابدین لوگ اس امر محدث پر نظر کریں۔ پھر جو وہ فیصلہ کریں اوسپر تم بھی فیصلہ کرو۔ پھر اگر اختلاف ہو جائے تو جماعت کثیر کی اتباع کرو۔ پس روایات بالا کے ملاحظہ سے صاف نظر آتا ہے کہ علماء صادقین وائمہ مجتہدین نے جو جو فیصلے کئے ہیں ایماندار کو انہی پر چلنا چاہئے۔ باقی تفصیل بذیل آیۃ نمبر ۴ ملاحظہ فرماؤ۔ یعنے جو تھی دلیل کے تحت میں پڑھو۔ پس ان اور آئندہ نمبر ۴ کی آیت کے ذیل کی حدیثوں سے کئی امور تصفیہ وفیصلہ پا گئے۔ مثلاً میلاد شریف کرنا۔ عرس شریف کرنا۔ نذر ونیاز دینا۔ فتحات

اہل اللہ پڑھنا بیت کا سیوم و چہارم و ہفتم و چہلم کرنا. وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ سب کچھ معمولات حضرات بزرگان دین سے ہے۔ اب امید ہے کہ وہابی زیادہ بک بک نہ کرینگے۔

سوال۔ آیت مذکورہ واحادیث سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ اصول اسلامیہ چار (قرآن وحدیث واجماع وقیاس) ہیں۔ مگر ایک امام کی تقلید کہاں سے نکلی۔

الجواب۔ ناظرین! ہم نے صرف تمہاری تفہیم کے واسطے یہ امر مقدمہ میں طے کر دیا ہے۔ چنانچہ مکرر توجہ دلاتا ہوں کہ امر پانزدہم و دوم وغیرہ کو خیال سے پڑھئے گا۔ لیکن پھر مختصر طور پر یاد رکھو کہ جو مسائل صاف وصریح قرآن وحدیث میں نظر آتے ہیں یا جن مسائل میں ائمہ مجتہدین متفق ہیں یا جو اجماع سے ثابت ہیں۔ ان میں تقلید شخصی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ان جن مسائل میں حضرات مجتہدین اختلاف رکھتے ہیں۔ تقلید شخصی تو اُن میں واجب ہے۔ کیونکہ موضع خلاف میں سب حق پر نہیں ہوتے بلکہ صرف ایک ہی صاحب حق پر ہوتا ہے اور باقی اماموں پہ صرف احتمال حق ہوتا ہے۔ گو وہ سب حضرات بخیال تحقیق خود حق پر ہوں۔ پس ایسے موقع پر بے علم و غیر مجتہد پر لازم ہے کہ اوس مجتہد کی تقلید کرے جسکو آئمہ اربعہ میں سے افضل و اعلم خیال کرے تاکہ طبیعت حیران و پریشان نہ ہو اور اہل اسلام سے نکلکر مرزائی نیچری وغیرہ نہ ہو جاوے۔ اور اعلم و افضل کی تقلید کرنا یہ میرے دل کی بات نہیں بلکہ خود جناب سرور عالم علیہ السلام کا فرمان ہے۔

حدیث اول۔ من تولی امر المسلمین شیئا فاستعمل علیہم رجلا و یعلم ان فیہم من اولی بذالک واعلم منہ بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ فقد خان اللہ ورسولہ وجماعۃ المسلمین. کذا فی فتح القدیر۔

حدیث دوم من استعمل رجلا من عصابتہ وفیہم من ہو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین اخرجہ الحاکم وابن عدی والعقیلی والطبرانی والخطیب۔ یعنے جو شخص مسلمانوں کا کسی امر میں متولی و متصرف مختار ہوا پھر اوس نے مسلمانوں پر کسی ایسے شخص کو عامل و حاکم مقرر کیا کہ جس سے بڑھکر زیادہ عالم و فقیہہ و دوست خدا بھی موجود ہے۔ اور اعلم و افقہ کو چھوڑکر اور کو حاکم مقرر کیا تو اوس نے خیانت کی خدا کی

اور رسول علیہ السلام کی اور جماعت اہل اسلام کی پس ثابت ہوا کہ اعلم و افقہ کی اتباع واجب ہے۔ اور توتی عام ہے اس سے کہ دینی ہو یا دنیاوی۔ پھر مجتہدین میں سے کسیکو اعلم و افقہ جانکر اوسکی تقلید سے ہٹا کر اون سے پست درجہ والے یا غیر مجتہد کی تقلید کرنا یا کرانا اپنے آپکو خائن خدا و رسول علیہ السلام و اہل اسلام کا بنانا ہے۔ اور ہمارے نزدیک اگرچہ مجتہدین مذاہب اربعہ بعد صحابہ تمام امت سے زیادہ بزرگ اور عالم و فقیہہ ہیں مگر کل مجتہدوں میں سے امام العالم امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مرتبہ افضل و اکمل ہے اور آپ جملہ مجتہدین و محدثین میں سے اعلم و افقہ[1] و اورع ہیں چنانچہ دیکھو تبییض الصحیفہ امام سیوطی کا اور میزان امام شعرانی مالکی کی اور خیرات الحسان و تائید المنان وغیرہ۔

حدیث سیوم۔ اذا اوسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر و الساعۃ۔ رواہ البخاری۔ یعنے جب نا اہل نالائق لوگوں کے سپرد کام کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ گویا اشارہ ہے کہ لائق لوگوں کو لوگ چھوڑکر نالائقوں کو اپنا امام بنائینگے جیسا کہ فی زمانہ اماماں دین و مجتہدین صادقین کو چھوڑکر مرزا قادیانی و سید احمد خان نیچری و مولوی اسماعیل و نذیر حسین دہلوی وغیرہ کو اپنا امام مجتہد بنا رہے ہیں۔

حدیث چہارم۔ قال ابو موسی اشعری فی حق ابن مسعود۔ لا تسئلونی مادام ھذا الحبر فیکم کذا فی المشکوۃ۔ ھدایہ جلد اول ص ۲۵ یعنے اے لوگو مجھسے کچھ نہ پوچھو جبتک عبد اللہ بن مسعود تم میں ہے۔ چونکہ ابن مسعود صحابہ میں اعلم بالحدیث و افقہ تھے اسلئے اعلم کی موجودگی میں دوسرے کی ضرورت نہ رہی۔[2]

حدیث پنجم۔ مثل المنافق کمثل الشاۃ العائرۃ بین الغنمین تعیر الی ھذہ مرۃ و الی ھذہ مرۃ رواہ مسلم یعنے مثال منافق کی اوس بکری کی مانند ہے جو دو ریوڑوں میں پھرتی ہے۔ کبھی ادہر کو

---

[1] ثم انھم تفرقوا الی البلاد و صار کل واحد مقتدی ناحیۃ من النواحی و کثرۃ الوقائع و دارت المسائل فاستفتوا فیھا فاجاب کل واحد حسب ما حفظہ او استنبط۔ الخ (حجۃ اللہ البالغہ۔)

[2] چنانچہ ہدایہ شریف جلد اول صفحہ ۴ میں بھی یہی مضمون ہے۔

جاملی کبھی اُدہر کو جاگھسی۔ پس ددمدبیو ںپر چلنا گو یا منافقوں کی شکل بنانا ہے۔

حدیث ششم من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوھم رواہ مسلم۔ یعنے جسوقت تم ایک شخص کے ماتحت و محکوم ہو پھر کوئی اَور شخص تمکو اوس جماعت سے یا اوسکی متابعت سے جدا کرنیکا ارادہ کرے تو اوسکو قتل کرو۔ اس حدیث نے صاف دکھادیا کہ جو شخص مقلد شخصی ہو پھر اوسکو کوئی امام کی تقلید سے ہٹانا چاہے تو وہ ہٹانے والا شرعًا واجب القتل ہے۔

سوال۔ خدانے یہ کیوں نہ فرمایا کہ فلاں فلاں امام کی تقلید کرو۔ مثلًا امام اعظم کی تقلید یا شافعی کی۔ وغیرہ۔ اس سے صاف وصریح فیصلہ ہو جاتا۔

الجواب۔ جب خدانے اولی الامر کی اطاعت کا حکم اپنے حکم کے ساتھ ہی فرمایا تو اب وجوب کے کیا معنے۔ اں نام بنام لیکر اسلئے نہیں فرمایا کہ اس تمہارے جدید قاعدہ سے تمام نصوص لغو و باطل ہو جاینگی۔ کیونکہ پھر تو ہر اک زانی کہیگا۔ میرے نام کی حد نکالو۔ شرابی کہیگا کہ میرے نام کا حکم نکالو چور و قاتل کہیگا میرے واسطے خاص حکم بتاؤ۔ بے نمازی۔ بے روزہ۔ تارک زکوٰۃ سب کہینگے کہ ہماری نام پر حکم بتاؤ۔ ہمکو کہاں حکم ہے کہ تم ایسے ایسے کام کرو۔ یا خدانے کہاں فرمایا کہ غیر مقلدوں کے مولوی فلاں فلاں ہیں اونکے پیچھے چلو فلاں فلاں جھوٹا ہے اوسکی نہ مانو۔ غرضکہ یہ طریق استدلال جو ہم سے طلب کیا جاتا ہے محض دہوکا دہی و فریب بازی ہے۔ جبکہ اطاعت اولی الامر کی واجب ہوئی۔ اور اولی الامر حضرات مجتہدین ثابت ہوئے تو تقلید مجتہدین واجب ہوگئی۔ اب بات صرف یہ رہی کہ حضرات مجتہدین نے جو جو مسائل استخراج کئے ہیں وہ سب کے سب قابل تقلید ہیں یا نہیں تو اسکا صاف جواب یہی ہے کہ مقلد غیر مجتہد کے واسطے یہی بہتر ہے کہ اپنے اپنے امام کے سب مسائل مفتی بہا پر عملدرآمد رکھے۔ کیونکہ خود تو مجتہد نہیں غیر مجتہد کا اجتہاد مجتہد کے مقابلہ میں مقبول نہیں۔

اور بہر حال اسکو مجتہد کی اتباع کرنا ضروری ہے۔ اور مجتہد کامل صواب و خطا ہر دو حال میں ماجور ہو نہ ماخوذ۔ اور یہ بار بار بتلایا گیا کہ جن امور میں صریح کوئی حکم شارع سے مروی نہیں اوسمیں حضرات مجتہدین کا ضرور اختلاف ہوگا۔ چنانچہ حدیث ہے انما رأی الائمۃ فیما لم ینزل فیہ کتاب ولم تمض بہ سنۃ الحدیث (دارمی صـ۶۱ و دراسات اللبیب صـ۵۲) پس جبکہ کسی مسئلہ پر اماموں کی مختلف رائیں ہیں اور ہر ایک امام کے پاس کوئی نہ کوئی وجہ حق و صواب بھی موجود ہے اور خلاف نصوص بھی نہیں تو غیر مجتہد کو بغیر ایک کی تقلید کے چارہ بالکل نہیں۔ ہاں ایک بات قابل یادداشت ہے وہ یہ ہے کہ بالغرض اگر کوئی مسئلہ بظاہر مخالف نصوص معلوم ہو اور کسی ترجمہ مشکوٰتی مولوی کے عقل کے کوزہ میں نہ آوے تو کیا کیا جاوے۔ تو جواب حق یہ ہے کہ وہ مسئلہ گو مشکوٰتی ترجمہ خوان کے فہم میں نہ آوے مگر وہ مسئلہ اگر کسی مجتہد کامل کے نزدیک درست ہے، تو بیشک فی الاصل درست و حق ہے۔ ایسے موقعہ پر مشکوٰتی ترجمہ خوان کے خلاف کرنا اور مجتہد کے حکم پر ثابت رہنا عین مرضی خدا و رسول علیہ السلام و اہل اسلام ہے۔ چنانچہ حضرات فقہا کا بھی یہی ارشاد ہے کہ جو شخص ازروئے صداقت و حقانیت و براہین و ورع و علمیت مذہبی تفضیل و ترجیح رکھتا ہو اور اوسکی تحقیقات و اجتہاد فوقیت رکھتا ہو تو اوسی کے قول پر فتویٰ دیا جائیگا۔ چنانچہ در مختار رد المحتار میں ہے ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل و خرق الاجماع۔ پس ازروئے قرآن و حدیث و اجماع تقلید شخصی واجب ثابت ہوئی۔ اور مخالف تقلید خارج از اہلسنت والجماعۃ ثابت ہوا۔ اللہم ثبتنا علی مذہب ابی حنیفۃ

تیسری دلیل وجوب تقلید پر

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (اور جو کوئی تابعداری کرے مومنوں کے راستہ کے سوا اور راستہ کی تو اوسکو ہم دوزخ میں بری جگہ دینگے۔)

اسکے نیچے تفسیر کبیر جلد ثالث صفحہ ۲۰۴ میں لکھا ہے ان الشافعی سئل عن آیۃ فی کتاب اللہ
تعالیٰ تدل علی ان الاجماع حجۃ فقرأ القرآن ثلٰث مائۃ مرۃ حتی وجد ھذہ الاٰیۃ
وتقریر الاستدلال ان اتباع غیر سبیل المؤمنین حرام فوجب ان یکون اتباع
سبیل المؤمنین واجباً ۔ یعنے امام شافعی سے سوال کیا گیا کہ اجماع امت کی حجت شرعی ہونا کس دلیل
سے ثابت ہے۔ تو آپنے تین سو مرتبہ قرآن شریف پڑھا۔ آخر الامر یہی آیت بار بار نظر آئی۔ اور اسپر آپنے
یوں تقریر فرمائی کہ خلاف راستہ مومنوں پر چلنا حرام ہوا تو راستہ مومنوں پر چلنا واجب ہے۔ اور تفسیر مدارک صفحہ ۱۳۵
میں بذیل آیت ہذا لکھا ہے وھو دلیل علیٰ ان الاجماع حجۃ لایجوز مخالفتھا کما لایجوز مخالفۃ
الکتاب والسنۃ یعنے یہ دلیل ہے اسپر کہ اجماع امت حجت ہے جیسا کہ قرآن وحدیث کی مخالفت
جائز نہیں ویسا ہی اجماع کی مخالفت جائز نہیں۔ اور تفسیر بیضاوی صفحہ ۲۰۱ بذیل آیۃ ہذا یوں ہے
والاٰیۃ تدل علی حرمۃ مخالفۃ الاجماع الیٰ ان قال واذا کان اتباع غیر سبیل المؤمنین
محرماً کان اتباع سبیلھم واجباً وقد استقصیت الکلام فیہ فی مرصاد الافہام ۔
یعنے یہ آیت دلیل ہے اجماع کے حجت ہونے پر۔ اگرچہ یہ ایک ہی آیت کافی ہے اجماع کے حجت ہونے
پر مگر تاہم چند اور آیات بھی حاضر ہیں جنسے مضمون مذکورہ کو اور بھی زیادہ امداد وتقویت ملتی ہے
آیت اول ۔ وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۔ یعنے جس بات حق کو مسلمان مان چکے
پھر اسمیں مفسدین کا جھگڑا ڈالنا یہ دوزخیوں اور مغضوب علیہم کا کام ہے۔ یہ آیت صاف
اسپر دال ہے کہ جب اہل سلام کسی بات پر اجماع کرلیں تو اوسکو توڑنا حرام ہے چنانچہ تقلید پر
کل اہل سلام کا قولی وفعلی اتفاق ہے تو اسکا توڑنا سخت حرام ہے ۔
آیت دوم ۔ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا یعنے جب کوئی بات اصلاح پر آجائے اور مسلمان

مصلح ہوں تو پھر فساد نہ کرو۔ یعنی جب کل مسلمان الا شاذ۔ تقلید کو واجب سمجھکر اوسپر کاربند ہوگئے
تو اوسکو توڑنا ممنوع وحرام ہے۔

آیت سیوم۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ یعنے تمکو امت عادلہ ودرمیانہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کی گواہی دو۔ چنانچہ سبنے گواہی دی کہ تقلید واجب ہے تارک اسکا خارج از اہلسنت ہے مقلدین فرقہ ناجیہ ہے۔

آیت چہارم۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ الآیۃ
یعنے تم امت بہتر ہو۔ بہتری کی ظاہر بات یہ ہے کہ تم لوگ نیکی کا حکم کرتے ہو اور گناہوں سے باز رکھتے ہو جیسی کہ اس امت کی نشانی بہتری کی یہ ہے کہ نیک بات بیان کرتے اور گناہ سے منع کرتے تو پھر تقلید کو جو علمائے نے واجب لکھا ہے اور لامذہبی کو سخت گناہ لکھا ہے تو اب علما کا خلاف کرنا گویا آیت کا خلاف کرنا ہے۔ اگر کہو کہ علما وصلحا وصوفیائے نے غلط کہا ہے تو آیت مذکورہ کی تکذیب ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا نے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس امت کی تعریف فرمائی ہے معاذ اللہ جھوٹ ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر تر ہے کہ امر معروف ونہی منکر صرف علما ہی کا کام ہے نہ جہلا کا۔ تو علما خود بھی مقلد اور وجوب تقلید کے بھی قائل۔ اگر کوئی کہے کہ وہابیوں۔ مرزائیوں۔ نیچریوں کے مولوی بھی تو امت میں شامل ہیں۔ پھر یہ فرقے کیوں دوزخی بنے۔ تو اسکا جواب آیت اولی الامر کے تحت میں گذر چکا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ان فرق بالا نے دو اصول کو لیا اور دو کو ترک کیا ہے اور اتباع سبیل المؤمنین وسواد اعظم سے خارج وباہر ہوگئے لہذا وہ فرقے اہلسنت وجماعت سے نکل گئے پس آیات مذکورہ کے الفاظ وعموم معانی سے ظاہر ہے کہ جس طریق جس امر کو اہل اسلام پسندیدہ وبہتر قرار دیں۔ خواہ من حیث الاعمال والافعال خواہ من حیث الاصول والعقائد۔ اوس سے جدا رہنا دوزخیوں کا شیوہ اور بدعتیوں ملحدوں کا طریقہ ہے نعوذ باللہ منہم ابداً۔

سوال۔ یہ آیات مذکورہ صحابہ کرام کی شان میں وارد ہیں تیرا ؤ مومنین سے صحابہ ہوئے نہ ہر اک مسلمان۔
الجواب۔ پھر نماز و روزہ اور زکوٰۃ کو بھی ترک کرو کیونکہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۔ اَتِمُّوا الصِّیَامَ ۔ وَاعْمَلُوْا ۔ اَطِیْعُوْا وغیرہ کے مخاطب بھی وہی ہیں۔ اور سارا قرآن جو احکام وارشادات ہیں یہ سب صحابہ کو ہی خطاب ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ تمام قرآن شریف کے دو ہی حصے ہیں یا تو اہل ایمان کے متعلق ہیں یا کفار و مشرکین کے متعلق۔ پھر اگر قرآن وہاں پر ہی رہا تو آج قرآن کریم نے کیا کام دیا۔ اصل یہ ہے کہ قرآن شریف خواہ کسی وقت کسی شخص کے حق میں ہو مگر حکم میں تعمیم اس صنف کی ضرور ہے جسکے متعلق نازل ہوئی۔ مثلاً چوروں کے واسطے قیامت تک ہر اک چور زانی شرابی کے لئے قیامت تک ہر اک شرابی زانی شامل داخل ہے پس لحاظ الفاظ آیات وعموم معانی صاف ظاہر ہے کہ اسمیں کل مومنین صادقین شامل داخل ہیں۔ اگرچہ آیات کے اور معانی و مرادات و احتمالات بھی ہوں مگر کسی پر حصر نہیں۔ ہاں یہ بات یاد رہے کہ آیات میں المؤمنین سے مراد کل مومن شرعی ولغوی نہیں کیونکہ کل متبوع و مطاع بننے کے قابل نہیں۔ اور کل ۷۳ فرقے بھی مراد نہیں۔ کیونکہ ہر اک فرقہ قابل اتباع نہیں خصوصاً موضع اختلاف میں۔ پس مقتدا و مطاع وہی بن سکتے ہیں جو اکرم و اعلم و اتقیٰ ہیں۔ وجہ اسکی صاف عیاں ہے کہ کل افراد اہل اسلام کا اجماع کسی فرع پر محال ہے جبکہ صحابہ کرام (جنکی خاص تعداد تھی) کا کئی امور میں بعض وقت اختلاف تھا تو پھر کل امت کا اجماع کس طرح ممکن ہے پس ثابت ہوا کہ اس آیت سے مراد اکثر علماء کرام وصلحاء عظام ہر زمانہ ہیں۔ نہ فرقہ وہابی۔ یا مرزائی یا نیچری۔ چنانچہ یہ بات حدیثوں سے ثابت ہے۔

چوتھی دلیل وجوب تقلید پر

قال اللہ تعالیٰ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ؕ

یعنی اگر تم پر خدا کا فضل نہ ہوتا تو تم شیطان کے تابع بنجاتے مگر قلیل پکے مومن شیطان سے بچ جاتے۔ اور یہ بات سب پر واضح ہے کہ لو کا مفہوم مخالف اور قلیل کا مقابل حقیقتاً کثیر ہے تو آیۃ سے چند فوائد حاصل ہوئے (۱) اگر خدا کا فضل نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے متبع ہو جاتے مگر چونکہ خدا کا فضل تم پر ہے اسلئے زیادہ تو متبع رحمان ہوں گے اور قلیل متبع شیطان رہینگے (۲) اس امت میں جس طرف زیادہ مسلمان ہوں وہ متبع رحمان ہیں اور انپر خدا کا فضل ہے اور جو کم ہیں وہ متبع شیطان ہیں۔ (۳) سوئے مسلمانوں یعنی امت محمدیہ کے اور جہاں جہاں لفظ قلیل یا کثیر آیا ہے وہاں پر مقابلۃً قلیل کو ہی کثیر بنایا اور کہا گیا ہے۔ اور اس امت پر زیادہ فضل خدا ہے اسلئے زیادہ جماعت کثیر اہل ایمان بنائی گئی۔ یعنی کسی نبیؐ کی امت اسقدر نہ تھی۔ بلکہ بعضوں کی تو بہت ہی کم تھی اور انکا مذہب وملت ساری دنیا میں شہرت پذیر نہ ہوا پر چہار طرف کفار ہی تھے۔ اسلئے وہاں پر قلیل ہی کو کثیر کہا گیا ہے اور اس امت کی اشاعت و انتشار تمام دنیا میں ہوگیا تو یہ کثیر حقیقتاً اور مجازاً بنائی گئی۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ جب کفار کے مقابلہ میں مسلمان آویں تو لفظ قلیل ہی معتبر ہے اور جب آپس میں کسی دینی امر میں تقابل ہو تو وہاں پر کثیر بلکہ اکثر معتبر و حق پر ہے۔ کیونکہ قلت میں اکثر خطا کا احتمال رہتا ہے اور کثرت خصوصاً الکثرت میں کم احتمال بلکہ شاذ و نادر خطا کا احتمال ہے۔ (۴) ہمیشہ دستور ہے کہ جس جگہ کسی امر دینی یا دنیاوی میں کچھ بحث و جھگڑا چلتا ہے تو بوقت اختلاف اکثر کی رائے و بیان کو فوقیت و ترجیح دیکر فیصلہ کرتے ہیں۔ یہی قانون حضور علیہ السلام نے از روئے وحی جاری کر دیا۔ چنانچہ یہی آیۃ اور صدہا احادیث اوسکی مؤید ہیں۔ سیأتی تفصیلہٗ (۵) صرف لفظ قلت یا کثرت پر ہی نہ مرنا چاہیئے بلکہ اسمیں غوص و غور بھی ضروری ہے کہ کس کی قلت اور کس کی کثرت اگر قلت تمہارے نزدیک صرف امام العالم امام اعظمؒ کا وجود مبارک ہے اور کثرت سے مراد دیگر حضرات مثل بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہم تو بیشک آپ قلت کی متابعت فرض سمجھو۔ اگر قلت سے مراد چند نجدی یا دیوبندی۔ یا اسماعیلی یا نذیر حسینی فرقہ ہے اور کثرت سے مراد حضرات مجتہدین ہیں تو کیا آپکا ایمان ایسا ہی ہے

کہ معدودے چند غیر معتبر کو تو امام بناؤ اور کل مسلمانوں کے اماموں کو ترک کر دیں۔ معاذ اللہ۔ سچ ہے
اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ (۶) اگر جماعت کثیر و سوادِ اعظم کو غیر مقلد گمراہ ٹھہرا کر اپنی قلیل تعداد کو
ہدایت پر ثابت کرتے ہیں تو پھر دیگر فرقے مثلاً نیچری و مرزائی و چکڑالوی و ملحد و زندیق وغیرہم جو بالکل ان سے
بھی قلیل ہیں کیوں نجات نہیں پا سکتے پھر وہابیوں کی کیا خصوصیت ہے۔ پھر تو جتنے فرقے قلیل ہیں سب کے
سب ناجی کہلا سکتے ہیں (۷) دنیا میں جتنے فرقے ہیں وہ فرداً فرداً سب قلیل بلکہ اقل ہیں اہلسنت والجماعۃ
کے مقابلہ میں کیونکہ اہلسنت والجماعۃ کی کثرت بلکہ اکثریت عملاً و عقیدۃً اصولاً و فروعاً بھی ثابت اور از روئے
تعداد بھی اکثر ہیں۔ یہاں تک اگر تمام دنیا کے مسلمانوں کو چار حصوں پر تقسیم کیا جائے تو تین حصے اہلسنت
والجماعۃ ہیں اور ایک حصہ دیگر فرقے۔ چنانچہ ملک عرب اور ملک افغانستان تو بالکل اہلسنت اور
ہندوستان کی کثرت تو ظاہر ہے۔ یہی احسان خدا نے جتلایا جو کہ آیۂ مذکورہ میں ہے جس کی صورت
یہ ہوئی کہ کثیر اہلسنت والجماعۃ اور قلیلاً میں دیگر گمراہ فرقے شامل ہوئے۔ (۸) قلت و کثرت کا جب
تقابل ہو تو مساوات بھی ضروری ہے مثلاً حکما و ڈاکٹر ہوں تو برابر یا فقیہ و محدث ہوں تو برابر۔
یا ممبر کمیٹی ہوں تو برابر۔ وغیرہ۔ نہ یہ کہ ایک طرف ایک مجتہد اعظم اور دوسری طرف ہزار وہابی (ع) "چہ نسبت
خاک را با عالمِ پاک"۔ مثلاً میلاد شریف کو کل عرب و عجم کے کروڑہا مسلمان علما و صلحا کرتے ہیں
اور جو ان کے قائل ہیں تو چند وہابی یا دیوبندی و گنگوہی کا انکار کیا وقعت رکھتا ہے۔ یا کروڑہا کروڑ
اہل اسلام قدیماً و حدیثاً کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ گئے اور تا حال زندہ
ہیں قریب قیامت آسمان سے نزول فرمائینگے اور بلا ماں باپ پیدا ہوئے۔ اور جنات و ملائکہ کا وجود
بہیئت کذائی ہے۔ یا مہدی علیہ السلام کا اولاد فاطمہ سے ہونا اور دجال کا قبل از قیامت نکلنا
اور اقسام کے شعبدات دکھانا۔ یا حضور علیہ السلام سے شق القمر ہونا یا انبیاء و اولیاء سے مُردوں کا
زندہ ہونا یا نذر و نیاز و فاتحہ و عرس اموات کا جائز ہونا۔ یا تقلید شخصی کا واجب ہونا وغیرہم اہل اسلام

عرباً و عجماً ہندی سندھی بکثرت متواتر مانتے چلے آئے ہیں اور تا حال کثیر الاکثر ان امورات کے قائل و پابند ہیں۔ پھر اگر نیچری مرزائی وہابی منکر ہوں تو وہ از روئے آیات و احادیث مردود و مطرود ہیں اور زیادہ لطف یہ ہے کہ اہلسنت والجماعۃ کا مخالف اگرچہ ایک ہی وجود ہے۔ مگر وہ اپنے آپکو سواد اعظم و جماعت کثیر ہی کہتا ہے۔ اور تمام اہلسنت کو قلیل سمجھتا ہے۔ ع "برعکس نہند نام زنگی کافور"

پس خلاصہ یہ ہے کہ جب کہیں اختلاف پیدا ہو تو بیانات مذکورہ کو مدنظر رکھکر سوچے اور پھر متابعت کثرت کرکے نجات حاصل کرے کیونکہ شارع علیہ السلام نے جو بار بار اتباع کثرت کی ترغیب و تحریص دلائی ہے اس سے نتیجہ کیا اور فائدہ کیا نکلا۔ اگر کثرت[۱] و قلت میں صداقت و حقیقت کا دخل نہ ہوتا تو اسقدر شارع علیہ السلام کی حث و ترغیب ہی لاطائل ہے۔ چہ تو صرف اتنا ہی کافی تھا کہ حق کی اتباع کرو خواہ کثرت ہو خواہ قلت پھر یہ لفظ اکثر یا جماعت کثیر یا سواد اعظم وغیرہ کی جو قیدیں شارع نے لگائی ہیں بالکل مہمل و بیکار ٹھہرینگی۔ حالانکہ شارع علیہ السلام کا کوئی لفظ مہمل و بیکار نہیں۔ اب ہم وہ حدیثیں لکھتے ہیں جنسے اتباع کثرت کا حکم ہے اور وہ حدیثیں آیۃ مذکورہ کی تفسیر و تشریح کرتی ہیں

حدیث اول[۲] عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (ابن ماجہ) بڑی جماعت کی متابعت کرو کیونکہ جو شخص جدا ہوا وہ دوزخ میں گرا۔ شیخ عبدالحق بذیل حدیث ہذا لکھتے ہیں۔ "مراد حث و ترغیب است باتباع آنچہ اکثر مسلمان برانند"

شیخ محمد طاہر صاحب مجمع البحار اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں۔ انظروا الی ما علیہ اکثر علماء المسلمین من الاعتقاد والقول والفعل فاتبعوہ فیہ فانہ ہو الحق وما عداہ الباطل۔ پس خلاصہ یہ کہ جسطرف علماء و صلحاء کی جماعت کثیر ہو اسطرف کھڑے ہو جاؤ کہ حق ہے

۱۔ اثنان خیر من واحد والثلاثۃ خیر من اثنین والاربعۃ خیر من ثلاثۃ فعلیکم بالجماعۃ فان اللہ لن یجمع امتی الا علی ہدی۔ کنز العمال جلد ۴ حدیث نمبر ۱۳۴۶۔ ۲۔ شاہ ولی اللہ عقد الجید میں لکھتے ہیں لما اندرست المذاہب الحقۃ الا ہذہ الاربعۃ کان اتباعہا اتباعاً للسواد الاعظم والخروج عنہا خروجاً عنہ۔

حدیث دوم - عن معاذ ابن جبل قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یأخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ رواہ احمد - یعنے تحقیق آدمی کا بھیڑیا شیطان ہے جسطرح بھیڑیا اوس بکری کو پکڑتا ہے جو علیحدہ ہوگئی یا کنارہ پر چلے یا پیچھے رہگئی ہو اسیطرح شیطان بھی اوسکو پکڑتا ہے جو جماعت کثیرہ سے الگ ہوگیا پس بچو بہت راستوں (مذہبوں) سے اور لازم پکڑو بڑی جماعت کو جسمیں خاص و عام شریک ہوں - اس حدیث کے نیچے شیخ عبد الحق محدث لکھتے ہیں: "اشارت است بآنکہ معتبر اتباع اکثر و جمہور امت چہ اتفاق کل در ہمہ احکام واقع بلکہ ممکن نیست"۔

حدیث سیوم - عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ رواہ احمد وابو داؤد - یعنے جو شخص بڑی جماعت سے الگ ہوگیا بقدر ایک بالشت تو تحقیق اوس نے قلادہ اسلام کا اپنی گردن سے نکال دیا - ف یعنی اہلسنت سے ایک ذرہ بھی بغض و عداوت و مخالفت اختیار کی تو بس مردود ہوگیا - چنانچہ مرزائی نیچری وہابی اسیواسطے مردود ہوگئے ۔

حدیث چہارم - عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ اجارکم من ثلاث خلال ان لا یدعو علیکم نبیکم فتہلکوا جمیعاً وان لا یظہر اہل الباطل علی الحق وان لا تجتمعوا علی ضلالۃ رواہ ابو داؤد - یعنے میری امت کو تین نقصانوں سے خدا نے بچالیا ہے - ایک تو نبی انپر ایسی بددعا نکریگا جس سے کل ہلاک ہوں - دوم جھوٹے لوگ سچوں پر غالب نہونگے - سیوم یہ امت کسی گمراہی پر جمع نہوگی اور کسی برائی پر اتفاق نہ کرینگے ۔

حدیث پنجم - عن عمر ابن قیس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل وعدنی فی امتی واجارہم من ثلاث لا یعمہم بسنۃ ولا یستاصلہم عدو ولا یجمعہم علی ضلالۃ رواہ الدارمی

یعنے خدانے وعدہ فرمایا ہے میرے ساتھ کہ یہ امت نہ تو قحط سے ہلاک ہوگی اور نہ انکو دشمن جڑ سے برباد کریگا اور نہ یہ امت کسی گمراہی پر اجماع کریگی۔

حدیث ششم۔ عن ابن ابی بصرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی ان لا تجتمع امتی علی ضلالۃ فاعطانیہا رواہ الطبرانی وغیرہ یعنے خدا سے میں نے سوال کیا کہ میری امت کبھی کسی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ سو خدانے یہ دعا میری قبول فرمائی اور مجھے میرا مقصد دیدیا۔

حدیث ہفتم۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع ہذہ الامۃ علی الضلالۃ ابدا وان ید اللہ علی الجماعۃ الحدیث رواہ ابو نعیم۔ یعنے یہ امت کبھی کسی گمراہی پر اجماع نہ کریگی۔ کیونکہ خدا کی مدد و نصرۃ انپر ہے۔ ف۔ اس حدیث میں لفظ ابدًا اور اوپر کی حدیث نمبر ۴ و ۵ و ۶ میں لفظ ضلالۃ نے خوب رنگ لگایا ہے۔ یعنے کبھی وہ وقت نہ آئیگا کہ یہ امت کسی بدکام یا گناہ کے کام پر جمع ہوکر بد کو نیک کرے۔ چنانچہ آجتک ایسا ہی ہوا۔ مثلاً رافضیوں کو خارجیوں کو آجتک کسی نے اچھا نہیں کہا گو اونکے ہم عقیدہ نے۔ یا قدریہ جبریہ کو کسی نے بھی نیک نہیں کہا۔ یا مرزائی۔ وہابیوں۔ نیچریوں کو کسی نے سچا مسلمان نہیں کہا بلکہ فتاوے اخراج عن المسجد اون پر جاری ہوئے۔

حدیث ہشتم۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ فمات میتۃ جاھلیۃ رواہ البخاری۔ یعنے جو شخص بڑی جماعت سے الگ ہوگیا پھر مرگیا گویا کفر کی موت کیطرح مرگیا۔ یعنے اہلسنت والجماعت سے جدا ہوکر اپنا الگ مذہب نکالکر مرگیا تو کفر کی موت مرا۔

حدیث نہم۔ عن الحارث الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمرکم بخمس بالجماعۃ الخ رواہ احمد والترمذی۔ یعنے تمکو امر کرتا ہوں بڑی جماعت کی پیروی کا۔

حدیث دہم۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یسکن بحبوحۃ الجنۃ

فعلیہ بالجماعۃ فان الشیطان مع الفرد رواہ مسلم وکذا فی المعالم۔ یعنے جسکو یہ بات خوش آوے کہ وہ جنت میں سیر و سکونت حاصل کرے تو وہ شخص بڑی جماعت کی پیروی لازم پکڑے۔ کیونکہ جو شخص الگ ہوگیا اسکا رہبر و رہزن شیطان ہے چنانچہ دیکھ لو مرزا قادیانی اور سید احمد نیچری اور چکڑالوی اور عبدالوہاب نجدی کا کیا برا حال ہوا ہے۔

حدیث یازدہم۔ عن عبد اللہ ابن مسعود قال ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن رواہ الموطا۔ یعنے جس بات کو اکثر مسلمان (علماء و صلحاء) نیک خیال کریں وہ خدا کے نزدیک بھی نیک ہی ہے۔ ف۔ اس حدیث میں لفظ المسلمون ہے جس سے کئی کوتاہ اندیش بے سمجھی سے ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ سو واضح رہے کہ اگرچہ الفاظ اسکے جمع پر دال ہیں اور جمع کثیر و قلیل پر دلالت کرتا ہے[1]۔ کیونکہ اگر اتفاق کل مراد لیں تو یہ نہایت ہی محال ہے کہ احکام اختلافیہ میں کل امت محمدی فرقوں کا اتفاق ہو۔ پھر کیا یہ حدیث ہی معاذ اللہ غلط ہے۔ اگر مراد اس حدیث سے اہلسنت یعنے مقلدین ہیں تو پھر بھی دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اتفاق ہوگا ان امور میں جو کہ ادلہ شرعیہ سے ثابت و مروی ہیں تو ایسے امور مجمع علیہ میں اتفاق کل امت کی شرط ضرور نہیں۔ کیونکہ ان کا حسن و خیریت تو خود ہی شرع شریف سے ثابت ہے پھر ما راٰہ المؤمنون حسنا کی قید لغو و بیکار ٹھہری۔ اور اگر وہ امورات متفق علیہا ادلہ شرعیہ ظاہرہ سے خارج ہیں اور وہ امورات اجتہادی یا اختلافی ہیں تو انہیں اماماں دین مختلف ہیں۔ تو اب بتاؤ کہ یہ حدیث کیا جھوٹ ہے معاذ اللہ یا غلط ہے۔ اگر مراد اس سے صرف صحابہ کرام ہی ہیں اور ماعدا ہم کی نفی ہے تو پھر تمام حدیثوں کی اور کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اور جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا و قُلْ يٰعِبَادِيَ وغیرہ کے وہی مصداق و مخاطب ہیں اور علماء اہل اسلام سب دم خارج ہیں۔ علاوہ ازیں احادیث کے لفظوں کی تعمیم بھی یہ نہیں چاہتی اور کوئی قرینہ صارفہ بھی موجود نہیں۔ پھر لطف یہ کہ صحابہ کرام بھی کل امورات پر متفق نہیں ہیں۔ اگر وہ کل پر متفق ہوتے تو آئمہ اربعہ کا اختلاف صدہا مسائل میں کیوں ہوتا

[1] مگر مراد کل نہیں بلکہ اکثر ہیں۔

اور اختلاف آئمہ کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ اصل صحابہ کرام کی روایات و آثار میں ہی اختلاف تھا تو آئمہ بھی مختلف ہوئے۔ پھر اب عزماؤ کہ حدیث نے کیا کام دیا۔ البتہ ہماری تقریر کے رو سے حدیث بھی درست اور آیات کے معنے بھی درست ہونگے۔ یعنے المسلمون سے مراد اکثر العلماء المسلمین ہے جیسا کہ حدیث اول کے تحت میں ہم لکھ آئے ہیں۔ اگر صحابہ کے وقت ہو تو اکثر صحابہ اگر بعد کے لوگ ہوں تو اکثر علما علما اسلام مراد ہیں۔ اور اکثر اہل اسلام میں جہلا و حمقا بھی مراد نہیں کیونکہ مسائل شرعیہ کی صحت و تصحیح یا حسن و قبح دیکھنا یہ کام علما کا ہے جاہلوں کو اسمیں کچھ دخل نہیں۔

حدیث دوازدہم۔ لا یغتقد قلب مسلم علی ثلث خصال الادخل الجنة۔ قال قلت ما هی قال اخلاص العمل والنصیحة لولاة الامر ولزوم الجماعة۔ رواہ الدارمی۔ یعنے جس نے تین خصلتیں اختیار کیں وہ بہشتی ہے۔ بے ریا عمل کرنا۔ حکام وقت کی خیر خواہی۔ اتباع جماعت کثیر۔

حدیث سیزدہم۔ من اتاکم وامرکم جمیع برجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم۔ رواہ مسلم۔ یعنے جو کوئی تمہارے پاس آیا اس حال میں کہ تم ایک شخص کے امور (مقلد) ہوئے ہو۔ پھر وہ شخص تمہاری جماعت کو توڑے اور تفرقہ ڈالکر اوس امام واحد کی اطاعت سے باہر کرنا چاہے تو اوسکو قتل کر ڈالو۔ ف۔ اس حدیث میں امرکم برجل واحد سے تقلید شخصی ثابت ہے۔

حدیث چہاردہم۔ ستکون بعدی هنات هنات فمن رأیتموہ فارق الجماعة او یرید ان یفرق امة محمد کان فاقتلوہ رواہ مسلم کذا فی جامع الاصول۔ یعنے قریب ہے کہ کئی فرقے پیدا ہونگے میرے بعد سو جس کو دیکھو کہ وہ بڑی جماعت سے نکل گیا یا امت مرحومہ میں تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے تو اوسکو قتل کر ڈالو۔ ف۔ قتل و حد لگانا حکام کا کام ہے نہ عوام رعایا کا۔ البتہ امیر کابل نے ان حدیثوں پر عمل کرکے چند مرزائیوں کو قتل کر کے اپنے ملک کو پاک کر دیا ہے۔ علی ہذا شیر علی خان کے وقت بھی وہابیوں کو غزنی سے نکالدیا گیا ہے اور رافضیوں کو بھی نکالدیا تھا۔ مگر یہ بڑی حکم غیر مقلد دینی خیر خواہ کا

کام ہے۔ نہ کسی ایسے ویسے کا ۔

حدیث پانزدہم۔ عن عبداللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثل المنافق کمثل الشاة العائرة بین الغنمین تعیر الی ھذہ مرة والی ھذہ مرة رواہ مسلم یعنے منافق کی مثال اوس بکری کی ہے جو دو ریوڑونکی سیر کرتی ہے کبھی ادہر آملتی ہے کبھی اُدہر جالگتی ہے۔

ف ۔ یہ اوس شخص پر صادق ہے جو کبھی حنفیوں میں ملا کبھی شافعیوں میں جاگھسا۔ ایک کا مقلد اس وعید سے بچگیا۔

حدیث شانزدہم۔ عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لایحل دم امرء مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق للجماعة رواہ مسلم والدارمی یعنے تین آدمی کا قتل کرنا حلال ہے ۔ اون میں سے وہ بہی ایک ہے جو جماعت سے الگ ہوگیا۔ اور تارک جماعت کو تارک دین بہی کہا گیا ہے (اس حدیث کی تفصیل شرح مسلم امام نووی میں دیکھو) اور تقلید آئمہ دین کو بہی دین کہا گیا ہے ۔ چنانچہ حدیث بستم میں ذکر آتا ہے پس تارک تقلید گویا تارک دین ہے ۔

حدیث ہفتدہم۔ انتم شھداء اللہ فی الارض رواہ البخاری ومسلم۔ یعنے اے لوگو تم خدا کے گواہ ہو زمین میں۔ ف ۔ یعنے تم جو گواہی دوگے اور جیسا فیصلہ کروگے خدا کے نزدیک بھی ویسا ہی ہوگا۔ چنانچہ آیت وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ اور حدیث ما راٰہ المسلمون حسنًا کی تفسیر وتائید اس صحیح حدیث سے ہوگئی۔ اب حدیث نمبر ۱۱ کے متعلق کوئی خدشہ نہ رہا مگر یہ گواہی علماء حاذقین واولیاء کاملین کا کام ہے نہ جہلاء ومرزائیین وغیرہم کا۔

حدیث ہشتدہم۔ اخرج ابن مردویہ عن انس قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان الرجل لیصلی ویصوم ویحج ویغزو وانہ لمنافق قیل یا رسول اللہ بماذا دخل

علیہ النفاق قال لطعنہ علی امامہ وامامہ من قال اللہ فی کتابہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ یعنے تحقیق آدمی کوئی نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے حج کرتا ہے جہاد کرتا ہے حالانکہ وہ منافق ہے ۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوس میں کس طرح نفاق آگیا تو فرمایا اپنے امام پر طعن کرنے کے سبب سے ۔ اور امام سے مراد اہل ذکر ہے ۔ **ف** ۔ یہ حدیث اوس کے حق میں ہے جو کہے کہ میں حنفی ہوں پھر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسائل کو غلط اور خلاف قرآن وحدیث بیان کرے ۔ اور لوگوں میں وہ مسائل عام طور پر شائع کرے ۔

حدیث نوزدہم ۔ عن حذیفۃ قال قلت ھل من بعد ذالک الخیر قال نعم دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا قلت یا رسول اللہ صفھم لنا قال ھم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا قال فما تامرنی ان ادرکنی ذلک قال تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم الحدیث رواہ البخاری والمسلم ۔ یعنے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اس زمانہ خیر کے بعد کیا کوئی زمانہ شر آویگا ۔ آپنے فرمایا ہاں ۔ دوزخ کے دروازہ پر بلانیوالے کھڑے ہیں جو اونکی بات کو قبول کریگا وہ دوزخ میں جائیگا ۔ پھر عرض کیا کہ کچھ اونکی علامت فرماویں ۔ آپنے فرمایا کہ ہماری قوم وملت سے ہی ہونگے اور ہماری زبان سے (قرآن وحدیث) باتیں کرینگے پھر صحابی نے عرض کی کہ اگر ایسا زمانہ میرے سامنے آجاوے تو کیا کریں ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ لازم ہے تمپر پیروی بڑی جماعت کی اور وہ جماعت بھی ایسی ہو کہ امام اونکا ہو **ف** ۔ اس حدیث میں آپنے کس بلاغت وملاحت سے سمجھایا کہ مطلقاً کہیں لفظ جماعت پہ نہ مر جائیں ۔ کیونکہ لفظ جماعت اقل درجہ تین چار پر صادق آجاتا ہے ۔ ایسا نہ ہو کہ تین چار وہابی یا مرزائی وغیرہ ملکر بولیں کہ ہماری بھی جماعت ہے اور حالانکہ نہ اونکا کوئی امام مجتہد ہے ۔ یہ مطلب نہیں تو ہر ایک جماعت قلیل ہو یا کثیر اقل ہو یا اکثر سب حق پر مسلم ہونگے ۔ اور حالانکہ [redacted] علیہ السلام کی یہ مراد ہی نہیں ۔

حدیث بستم۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قلنا لمن قال للہ ولرسولہ ولکتابہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم رواہ مسلم۔ یعنے دین نام ہے خیرخواہی کا صحابہ نے پوچھا کس کی خیرخواہی۔ آپنے فرمایا خدا کی۔ یعنے اوسپر ایمان لانا اور قرآن کی تعظیم وتکریم کرنا اور پیغمبر برحق کی اطاعت صدق دل سے کرنا اور اماموں کی خیرخواہی۔ یعنے اونکی تقلید کرنا اوپر بدظنی نہ کرنا اور عام کی خیرخواہی یہ کہ اونکی بھلائی اور بہتری کی باتیں سوچنا بیان کرنا سنانا۔ امام نووی شافعی شرح مسلم جلد اول ص۵۴ میں بذیل جملہ "لائمۃ المسلمین" لکھتے ہیں۔ ان من نصیحتھم قبول ما رووہ وتقلیدھم فی الاحکام واحسان الظن بھم الخ۔ یعنے اماموں کے واسطے خیرخواہی کے معنے یہ ہیں کہ اونکی تقلید کرکے اونکے حکمونپر اپنا عملدرآمد رکھنا۔ **ف**۔ اس حدیث سے جس طرح خدا اور پیغمبر اور کتاب پر ایمان لانا دین ہے اسیطرح تقلید امام بھی دین ہے۔ اب اسکو شرک کہنے والا کیا ہوا اور صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ جسطرح اور باتوں کا تارک (جو حدیث بالا میں درج ہیں) بے دین ہے اوسیطرح تقلید کا منکر بھی بے دین ہے۔ اے غیر مقلدین آپ اہلحدیث بنتے تھے افسوس کہ حدیث نے بھی آپکو مردود کردیا۔ اب اہل قرآن بنو۔[له]

حدیث بست ویکم۔ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم سئل عن الامر یحدث لیس فی کتاب ولا فی سنۃ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینظر فیہ العابدون من المؤمنین وفی روایۃ فلیقض بما قضی بہ الصالحون وفی روایۃ فیما علیہ المسلمون الحدیث رواہ الدارمی یعنے عرض کیا گیا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ جو چیز نئی (بدعۃ) پیدا ہو اور اوسکا ذکر قرآن وحدیث میں بھی نہ ہو۔ اوسکو کیا کیا جائے۔ یعنے وہ ممنوع ہے یا مامور وجائز ہے۔ آپنے فرمایا کہ اوس بدعت پر نظر کرنا غور وفکر کرنا سوچنا عابدین وبزرگان دین کا منصب وکام ہے اور جب وہ خود وتظر سے اوسکا

له تیرہ سو برس سے کل مسلمان اہل فقہ تھے غیر مقلدین نے حسد وبغض سے اپنا نام اہلحدیث رکھا [illegible] ن ہوگیا تو سب نے اپنا نام اہل قرآن رکھا

کچھ حکم جائز و ناجائز فرماویں تو پھر بما تقتضی بہ الصالحون کے موافق فیصلہ کرے اور اوسپر عمل کرے
یا جسپر جماعت اہل اسلام کثیر قایم و قائل ہیں اوسپر عمل کرے۔ ف ۔ اس حدیث سے صاف
فیصلہ ہوگیا اور صدہا امورات طے ہوگئے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جو بدعت عند العلماء والصلحاء حسنہ ہے
اوسکے کرنے سے ثواب ہے اور جو بدعت اہل اللہ و متقین کے نزدیک قبیح ہے اوسکا کرنا باعث
معصیت ہے، کیونکہ بدعت حسنہ بھی ایک قسم کی سنت حسنہ یا ملحق بالسنت ہے۔ اب بعض جاہلونکا
یہ خیال ٹوٹ گیا کہ بدعت بہر حال بدعت سیئہ ہے کسی وجہ سے حسنہ نہیں بن سکتی۔ پس جبکہ جماعت
کی متابعت واجب ہوئی اور اتباع کثرت امت سے اتباع سنت نبوی حاصل ہوئی تو متبع جماعت
کثیر کا نام فرقہ اہلسنت ہوا جسکے بہشتی ہونیکی خبر بار بار حدیثوں میں وارد ہوچکی ہے۔ چنانچہ اس حدیث
میں کسیقدر تفصیل کے ساتھ ہے۔

حدیث بست و دوم ۔ ان بنی اسرائیل تفرقت علی اثنان و سبعین فرقۃ وستفترق
امتی علی ثلاث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ قالوا من ھی قال ما انا
علیہ واصحابی وفی روایۃ واحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ رواہ احمد وابو داؤد والترمذی
یعنے امت محمدیہ ۷۳ فرقوں پر منقسم ہوگی اون میں سے ایک فرقہ تو بہشتی ہے اور باقی کل دوزخی۔
اور علامت اوس بہشتی فرقہ کی یہ ہے کہ من حیث العقاید والاصول تو وہ ایک جماعت ہی۔ اور
من حیث الاعمال والاقوال متبع سنت ہے۔ نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ فرقہ اہلسنت والجماعت جنتی ہی۔
کیونکہ اقوال و افعال نبویہ و آثار صحابہ کو سنت کہتے ہیں اور بہمہ وجوہ یکسو ہوکر اصول اسلامیہ
وعقاید حقہ پر عمل کرنے سے صورت و ہیئت مجموعی حاصل ہوتی ہے جس سے جماعت کی شکل پیدا
ہوتی ہے۔ اسلیئے فرقہ ناجیہ کا نام اہلسنت والجماعت ہوا۔ اب یہ بات قابل غور ہے کہ آجکل بھی
وہ فرقہ ناجیہ موجود ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو کونسا فرقہ ہے۔ سو حضرات علماء دین کی تحریرات سے

صاف ثابت ہوتا ہے کہ سوائے مقلدین مذاہب اربعہ کے اور کوئی بھی فرقہ ناجیہ نہیں ہو سکتا۔

اول۔ علامۂ عصر یگانۂ دہر سید احمد صاحب طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ درمختار کتاب الذبائح میں لکھتے ہیں قال بعض المفسرین فعلیکم یا معشر المسلمین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ وتوفیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی المذاھب الاربعۃ ھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجا من ھذہ المذاھب فی ذالک الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار۔ یعنے کہا بعض مفسرین نے کہ اس زمانہ میں فرقہ مقلدین اہلسنت وجماعت ہے۔ سب مسلمان انکی پیروی لازم پکڑیں۔ بلاشک خدا کی مدد اور توفیق فرقہ مقلدین کی موافقت ومتابعت میں ہے اور وبال وخسران انکی مخالفت میں ہے پس جو شخص مقلدین سے خارج ہو گیا وہ مردود وبدعتی ودوزخی ہے۔ اللھم ثبتنا علی مذھب ابی حنیفۃ

دوم۔ علامۂ زمان فہامۂ وقت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں فان اھل السنۃ والجماعۃ قد افترقت بعد القرون الثلثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاھب ولم یبق فی الفروع سواء ھذہ المذاھب الاربعۃ الخ یعنے چار مذاہب کے متبعین کا نام اہلسنت والجماعت ہے پس جو مقلد نہیں وہ خارج از اہلسنت وجماعت ہے۔

سیوم۔ قال العلامۃ ابن حجر المکی الشافعی فی فتح المعین شرح الاربعین فی شرح الحدیث الثامن والعشرین۔ اما فی زماننا فقال بعض الائمۃ لا یجوز تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ لان ھؤلاء عرفت قواعد مذاھبھم واستقرت احکامھم وقد تابعھم حررو ھا فرعا فرعا وحکما حکما ان لا یوجد حکم الا وھو منصوص لھم اجمالا او تفصیلا یعنے امامان دین نے فرمایا کہ چار مذہبوں کے سوا اور کسی کی تقلید ضروری نہیں۔ بلکہ جائز نہیں کیونکہ

ان چاروں اماموں کی تحقیقات میں کل مسائل اصولی واعتقادی وفروعی واختلافی داخل وشامل ہو گئے ہیں۔ اور مضبوط ومنضبط مفصل ومجمل تمام قلمبند کر کے شائع کر دیئے ہیں اب کوئی مسئلہ بھی باہر نہیں۔ الا شاذ ونادر۔ اور اماموں کے مسائل کل ادلہ شرعیہ سے مدلل ہیں۔

چہارم۔ فارض لنفسك مارضی به القوم لانفسهم فانهم علی علم قد وقفوا وببصر ناقد کفوا ولهم علی کشف الامور کانوا اقوای وبفضل ما کانوا فیه اولی فان کان الهدای ما انتم علیه لقد سبقتموهم الیه مع انهم هم السابقون ولئن قلتم فلم انزل الله ایة کذا ولم قال کذا یعنی اعتراضا علی السلف فنقول قرؤوا منه وعلموا من تاویله ما جهلتم الخ کذا فی ابو داؤد (از تنویر الحق نواب شارح مشکوٰۃ) یعنی جن امور پر قوم (اہل علم) راضی ہو تو بھی اسپر راضی ہو کیونکہ وہ لوگ تم سے علم وفہم وصلاحیت و خیریت میں اقدم واسبق وافضل ہیں۔

پنجم۔ صاحب بحر الرائق نے اشباہ سے نقل کیا ہے۔ ماخالف الائمۃ الاربعۃ فهو مخالف للاجماع وان کان فیه لغیرهم الخ یعنی جس نے چاروں اماموں کی مخالفت کی وہ اجماع کا مخالف ہے پس مخالف اجماع کا منکر ومردود ہے۔

ششم۔ علامہ سید سمہودی عقد الفرید میں لکھتے ہیں وقال المحقق الحنفیۃ الکمال ابن الهمام رحمۃ الله علیه نقل الامام الرازی اجماع المحققین علی منع العوام من اعیان الصحابۃ بل یقلدون من بعدهم الذین سبروا ووضعوا ودونوا۔

ہفتم مسلم الثبوت میں ہے۔ اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید الصحابۃ بل یقلدون الذین سبروا وبوبوا وهذبوا ونقحوا وعللوا وفرقوا وفصلوا وعلیه ابتنی ابن الصلاح منع تقلید غیر الائمۃ لان ذالك لم یدن فی غیرهم الخ یعنی خلاصہ

ہر دو عبارات کا یہ ہے کہ عام کو یعنے غیر از مجتہد کو تقلید صحابہ اور خارج از چار مذاہب کے تقلید سے
روک دیا جائے اور مجتہدین اربعہ کی تقلید پر کھڑا کیا جائے۔ کیونکہ اونکی تحقیق و تصدیق کافی
و وافی ہے۔

ہشتم۔ امام اسنوائی شرح منہاج الاصول میں (جو قاضی بیضاوی کی ہے) لکھتے ہیں۔
قال الامام الحرمین فی البرهان اجمع المحققون علی ان العوام لیس لهم ان یعملوا بمذاهب الصحابة
بل علیهم ان یتبعوا بمذاهب الائمة الخ یعنے اہل تحقیق نے اسپر اجماع کیا ہے کہ عام (غیر از مجتہد)
کو لائق نہیں کہ صحابہ کرام کی تقلید کرے بلکہ اوسپر لازم ہے کہ مجتہدین کے مذاہب پر چلے (تنویر الحق)

نہم۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی عقد الجید میں لکھتے ہیں۔ اعلم ان فی الاخذ
بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظیمة وفی الاعراض عنها مفسدة کبیرة ونحن نبین
بوجوه الخ یعنے جان تو کہ مذاہب اربعہ کی تقلید میں بڑی بڑی مصلحتیں ہیں اور مذہب سے روگردانی
و سرکشی کرنے میں بہت فسادات ہیں۔

دہم۔ حضرت امام ملا علی قاری رسالہ تشییع الفقہا میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ یعنے یہ جو کہا جاتا ہے
کہ صحابہ کرام کے وقت میں کوئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تبع تھا کوئی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا پیرو تھا
یا بعض امور میں اونکا بعض میں الکا سو اسکی وجہ یہ تھی کہ اصول صحابہ چونکہ کافی طور پر مرتب و مدون
نہ تھے لہذا وہ تتبع ہو تسلی بخش نہ ہوئے کیونکہ انکو مہمات جہاد اور فتوحات ملکی سے فراغت نہ تھی دوم
یہ کہ چونکہ وہ خود ہی عالم حدیث و واقف اسرار نبوت تھے اور علوم حق کی اشاعت دور دراز تک ہو چکی
تھی اور آفتاب نبوت کی روشنی کثرت کے دلونپر کامل تھی اور جو جو بابت معاملات و حالات کے طریق
ضروری تھے وہ صحابہ کرام نے خود حضور علیہ السلام سے دیکھکر یا سنکر سیکھ لئے تھے لہذا اونکو جملہ احکام
و امورات میں ایک ہی شخص معین کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔

واما فی زماننا فمذاهب الائمة کافیة لمعرفة الکل فانہ ما من واقعة تقع الا ونجدها فی مذهب الشافعی او غیره نصًا او تخریجًا فلا ضرورة الی اتباع الاماميين الخ۔[1] پس اس زمانہ میں ہر ایک مذہب میں اصولی و فروعی مسائل کافی و وافی موجود ہیں لہٰذا دو اماموں کی تقلید کی ضرورت نہ رہی۔ پس حضرات محققین کی تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اہل سنت و جماعت سے مراد مقلدین ائمہ اربعہ ہیں تو حدیث مذکورہ نمبر ۲۲ کے مصداق فرقہ ناجیہ مقلدین ہی ہیں

اب ناظرین کو پھر متوجہ کرتا ہوں کہ آپ حدیث نمبر ۲۲ پر غور و خوض کر کے دیکھیں کہ کیسے امور نکلے

(۱) مذہب اہلسنت والجماعت (مقلدین) حق ہے یقینًا اور واجب الاعتقاد ہے صدقًا (۲) دیگر مذاہب جو خارج از اہلسنت (مقلدین) ہیں وہ قطعًا باطل و فاسد و مذہب ضلال ہیں (۳) تمام روئے زمین میں یہی ایک فرقہ ناجی و مذہب حق کہلانے کا حقدار ہے (۴) سوائے فرقہ اہلسنت (مقلدین) کے اور سب فرقوں کو دوزخی سمجھنا لازمی ہے۔ (۵) جو شخص مذہب اہلسنت کو حق اور دیگر باقی مذاہب کو غلط نہ جانے وہ حدیث مذکورہ نمبر ۲۲ کا منکر ہے (۶) اقوال و افعال نبویہ و آثار صحابہ کا نام سنت ہے اور کثرت اتفاق اعتقادًا و عملًا کا نام جماعت ہے۔ اس لئے اس فرقہ مقلدین کا نام اہل سنت ہوا (۷) صرف امت محمدیہ میں شامل ہونے سے فرقہ ناجیہ نہیں کہلا سکتا۔ (۸) جملہ صلحاء کے نزدیک مقلدین ہی فرقہ ناجیہ ہیں نہ کوئی اور (۹) ہر ایک مخالف اہلسنت جیسا مرزائی۔ وہابی۔ چکڑالوی۔ نیچری۔ رافضی۔ خارجی وغیرہم فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں (۱۰) مخالف مقلدین کو جزا یہ ہے کہ اپنا اعتقادیہ پر اپنا علمی و اعتقادی مدار رکھنا اور انکو دینی حیثیت سے اختیار کرنا اور نماز میں ... بنانا اگر چہ خود مفتی بنتا ہے۔ (۱۱) جو شخص سنت نبویہ کو عمل میں لاوے اور سنت صحابہ کو ترک کرے وہ فرقہ ناجیہ سے خارج ہے (۱۲) سنت نبویہ و آثار صحابہ کے ناقل و تابعین محقق و فاضل حضرات مجتہدین ہیں اور حضرات مجتہدین

---

[1] فقد اجتمعت الامة او من یعتد بہ منہا علی جواز التقلید الی یومنا ہذا۔ الخ (حجۃ اللہ البالغہ)۔

کی تحقیقات وتصدیقات کے متبع کامل فرقہ مقلدین ہی ہے لہٰذا یہی فرقہ ناجیہ ہے (۱۲) جملہ مذاہب کے احکام وعقائد واعمال کی سیر کرنا اور ہر اک مجتہد کے اجتہادی تحقیق سے کچھ کچھ چن کر عمل میں لانا اور اردو ترجمہ قرآن یا تفسیر محمدی پڑھکر مجتہدین کی غلطیاں پکڑنا طعن کرنا دوزخی فرقہ کی علامت ہے۔ غرضکہ مخالف اہل سنت وجماعت کا خواہ کوئی ہو وہ فرقہ ناریہ میں داخل ہے[1] کیونکہ آیات، احادیث واجماع کے مخالف ہے حالانکہ آیات واحادیث سے سبیل المؤمنین وسواد اعظم کی اتباع واجب ہے۔ اور اس زمانہ میں سبیل المؤمنین وسواد اعظم سے مراد فرقہ اہلسنت والجماعت (مقلدین) ہیں نہ کوئی اور۔ (چنانچہ دیکھو رسالہ عقد الجید مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی باب دوم)۔

اور یہ سب لوگ تقلید شخصی کو واجب مانتے ہیں اور خود بھی مقلد ہی رہے۔ کوئی صوفی یا اہل طریقت کوئی محدث یا مفسر فقیہ غیر مقلد و بے پیر نہ تھا بلکہ سب لوگ مقلد و باپیر تھے۔ امام بخاری شافعی۔ امام ترمذی شافعی۔ دارقطنی شافعی۔ امام غزالی شافعی۔ امام رازی شافعی۔ امام نووی شارح مسلم شافعی۔ امام قسطلانی شارح بخاری شافعی۔ امام جلال الدین شافعی۔ امام بدرالدین عینی شارح بخاری حنفی۔ امام ابن الہمام حنفی۔ امام ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ حنفی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث شارح مشکوٰۃ حنفی۔ نواب قطب الدین شارح مشکوٰۃ حنفی۔ شاہ ولی اللہ محدث حنفی۔ شاہ عبدالرحیم صاحب حنفی۔ شاہ اہل اللہ حنفی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث حنفی۔ امام طحاوی حنفی۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حنفی صاحب در مختار ورد المحتار حنفی۔ صاحب بحر الرائق حنفی۔ صاحب فتاوی خیریہ حنفی۔ حضرت پیر دستگیر غوث اعظم حنبلی۔ امام شعرانی مالکی۔ ابن حجر مالکی۔ امام ابن الحاج مالکی۔ صاحب تفسیر بیضاوی شافعی۔ صاحب تفسیر معالم شافعی۔ صاحب تفسیر مدارک حنفی۔ صاحب تفسیر حسینی حنفی۔ صاحب تفسیر روح البیان حنفی۔ صاحب تفسیر کلبی حنفی۔ صاحب سفر السعادت شافعی۔ حضرت مولانا جامی حنفی۔ غرضکہ کل محدثین ومفسرین مقلد تھے

---

[1] الجماعۃ رحمۃ والفرقۃ عذاب۔ کنز العمال جلد ۴۔ حدیث ۲۵۶۱۔

اور کل اہل طریقت یعنی حضرات نقشبندیہ وقادریہ وچشتیہ وسہروردیہ وشلہم کروڑ در کروڑ سابقین اور ناخ عاں کے سب کے سب مقلدین ہی ہیں۔ اور سب وجوب کے قائل اور قولاً وفعلاً سب کا اتفاق ہے۔ پھر ایسے ایسے اکابرین وسلف صالحین کو مشرک وبدعتی کہنا کسی مسلمان کا کام نہیں سوائے وہابی۔ مرزائی وغیرہ کے۔ خداوند کریم سب کو مقلد بنادے۔ آمین۔ اللھم ثبتنا علی مذھب ابحنیفۃ۔

پانچویں دلیل وجوب تقلید پر

قال اللہ تعالیٰ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ط یعنے جس بات کا جاہلوں کو علم نہیں اسکا اہل ذکر سے سوال کرکے علم حاصل کریں۔ اس آیت میں تین امر غور طلب ہیں۔ (۱) سوال کرنا (۲) اہل ذکر سے نہ ہر اک سے (۳) بحالت جہالت۔ پس اب خیال کریں کہ سائل کو جب قرآن وحدیث سے کوئی مسئلہ نہ ملے تو بہر حال کسی نہ کسی مجتہد سے (جسکا اتباع واجب ہے) سوال کرنا فرض ہے پس جب اہل ذکر سے سوال کیا تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو جواب سنکر قبول کرکے تعمیل کریگا یا منکر اولی الامر ہوگا۔ تو اگر جواب سنکر عمل کیا تو مقلد ہوا۔ اور یا انکار وں میں ملگیا۔ اگر نہ پوچھا یا جواب قبول نہ کیا یا اسکے خلاف کیا تو منکر ومخالف بنکر غیر مقلدین وغیرہ میں ملگیا۔ انا للہ ۔ اور اہل ذکر کی تفسیر خود حضور علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ یعنے اہل ذکر بھی اولی الامر ہی ہے۔ کیونکہ اہل ذکر حدیث شریف میں دین کے امام کو کہا گیا ہے اور دین کے امام کو اولی الامر بھی کہا گیا ہے تو ثابت ہوا کہ اہل ذکر و اولی الامر ایک ہی ہے۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔ اخرج ابن مردویہ عن انس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الرجل یصلی ویصوم ویحج ویغزو۔ انہ لمنافق قیل یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بماذا دخل علیہ النفاق قال لطعنہ علی امامہ وامامہ اھل الذکر الآیۃ یعنے جو کوئی اپنے امام پر طعن کرے وہ منافق ہے۔ اگرچہ نماز روزہ وغیرہ کا پابند ہو۔ اور امام اوسکا اہل ذکر ہے۔

امام ابو المنصور ماتریدی اپنی کتاب تاویلات الامام میں بذیل آیت مذکورہ فرماتے ہیں ھٰذا الامر بالسؤال ای سلوا اھل الذکر وقلدوھم ای ان کان لابد من تقلید فقلدوا اھل الذکر واسئلوا عنھم الخ۔ یعنے اہل ذکر سے سوال کرکے ان کے حکم کی تقلید کرو۔ بجائے لفظ اہل علم مناسب تھا پھر کیا وجہ کہ اہل ذکر فرمایا۔ تو بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہل علم میں تو اعلیٰ سے ادنیٰ تک یہاں تک کہ نجات المومنین یا تفسیر ثنائی پڑھکر بھی قدم ٹکا سکتا ہے۔ مگر اہل ذکر کا اطلاق ایسا عام نہیں بلکہ اہل ذکر سے وہی مراد ہے جنکو اولوالالباب والابصار کہا گیا ہے۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِي الْاَبْصَارِ ۔ اس تیسری آیت کی تفسیر اگر فرصت ہو تو تفسیر بیضاوی جلد دوم صفحہ ٢٥٠۔ اور تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ٤٠١۔ اور تفسیر مدارک جلد دوم صفحہ ٥٠١ میں ملاحظہ کریں۔ ان تفسیروں میں آیت مذکورہ سے قیاس کو دلیل شرعی ٹھہرایا ہے پس ثابت ہوا کہ اہل ذکر اولی الابصار سے مراد مجتہدین ہیں۔ اور آیت مذکورہ میں دو شخصوں کا ذکر ہے۔ اور مضمون کو اس آیت میں اس طرح پر بیان فرمایا ہے۔ حکایۃ عن اھل النار قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۔ دوزخی کہینگے کہ کاشکے اگر ہم اہل ذکر اہل عقل کی باتیں سنکر عمل کرتے یا خود ایسی عقل و سمجھ ہوتی تو آج دوزخ میں کیوں جاتے۔ چونکہ انسان دو حال سے خالی نہیں۔ یا عالم ہے یا جاہل۔ اگر عالم ہے تو اوسپر علم کی اتباع فرض ہے۔ اگر جاہل ہے تو عالم کی تقلید فرض ہے۔ اور سائل بے علم کا کوئی حق نہیں کہ اپنے امام کے ساتھ مجادلہ و مقابلہ کرے کیونکہ یہ جاہل صرف مامور ہے سوال کرکے اتباع کرنے پر نہ تنازع و مجادلہ پر۔ اور جاہل کے بالمقابل اگرچہ عالم کا لفظ ہے لیکن عالم سے مطلق مراد اہل ذکر ہیں اور اہل ذکر مجتہد ہے جو کہ جامع ہے مسائل اصولیہ و اعتقادیہ و فرعیہ کا۔ اگر بلوغ المرام یا چند آیتیں یاد کرکے مفتی قاضی بننے کا شوق ہے آئمہ مجتہدین کی ہمسری مقصود ہے تو یہ ادبات ہے۔ مگر شرع شریف میں ایسے ایسے لوگوں کا خیال :

یا رائے مردود و باطل ہے۔ چنانچہ یہ حدیثیں اسپر دال ہیں من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطأ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ یعنے جس نے اپنی رائے سے قرآن میں کچھ کہا پھر وہ صواب پر بھی ہے پس تحقیق اوس نے قصداً خطا کی۔ من فسر القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ فی النار رواہ ابوداؤد۔ یعنے جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی پس بیشک اوس نے تیار کیا اپنا گھر دوزخ میں۔ من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار رواہ الترمذی۔ یعنے جس نے قرآن میں کچھ کہا حالانکہ اوسکو علم بھی نہیں پس اوس نے دوزخ میں اپنا گھر بنایا۔ اذا لم یبق عالماً اتخذ والناس رؤسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا متفق علیہ یعنے قیامت کی علامت ہے کہ رئیس لوگ مفتی کہلائینگے حالانکہ بے علم ہونگے اور جاہل عالم کو مفتی نہیں بنائینگے بلکہ دنیاداروں مالداروں کو مفتی سمجھکر اون سے مسئلے پوچھ پوچھکر عمل کرینگے پس وہ خود بھی گمراہ ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرینگے۔ من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ رواہ ابوداؤد یعنے جسے بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا پس جو گناہ اوس فتویٰ کے ذریعہ جاری ہوگا اوسکا وبال اوس مفتی بیعلم پر ہے۔

یہ حدیثیں اگرچہ عام طور پر دال ہیں لیکن مجتہدین کے بالمقابل غیر مجتہد بمنزلہ بے علم ہی ہے پس مجتہدین کو چھوڑکر معمولی لوگوں کے اقوال پر عمل کرانا یا کرنا قصداً وہ ان حدیثوں کا مصداق ہے۔ باقی تشریح احادیث مذکورہ کی مرقات ولمعات وغیرہ میں دیکھ لیں۔ پس قرآن کے تفسیر و معانی جبتک آئمہ دین سے مروی نہ ہوں تب تک وہ تفسیر مقبول نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سید احمد خان نیچری پر۔ مرزا قادیانی پر۔ ثناء اللہ امرتسری پر بوجہ غلط تفسیر بالرائے کے باعث کفر و زندقہ الحاد و مبتدعہ کے فتاویٰ لگ گئے۔ کیونکہ اونکی تفسیریں خلاف اہلسنت وجماعت ہیں۔ اونکی تفسیروں کا منشا وہی ہے کہ حدیث کچھ نہیں۔ حدیث کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب قرآن ہر جگہ اپنی خود تفسیر کرتا ہے تو پھر حدیث کی

کیا ضرورت ہے۔ پہلے پہل جب حضرات اہلسنت تفسیروں میں حضرات اہل اللہ و آئمہ مجتہدین کے اقوال سے استدلال کرتے تو غیر مقلدین بولتے تھے کہ نہیں جو تفسیر صحابہ سے مروی ہو وہ مقبول باقی کسی کی حجت نہیں۔ پھر جب مقلدین نے صحابہ کرام سے تفسیریں روایت کیں تو غیر مقلدین نے کہا کہ قول صحابہ حجت ہی نہیں خود حضور علیہ السلام سے جو مروی ہو وہ صحیح ہے۔ پھر جب نیچری علیگڈھی نے خود اپنی رائے وخیال سے غلط تفسیر لکھنی شروع کی تو غیر مقلدین وغیرہ کے منہ میں پانی بھر آیا کہ اب یہ انگریزی خوان دینی علوم سے ناواقف اس نے اپنی رائے سے تفسیر لکھی تو کیا ہم اس سے بھی سیاہ دل ہیں۔ ہمکو کسی نے کیا کر لیا جو ہمکو کرینگے۔ تو مرزا قادیانی کو تو کچھ علم و عقل نہ تھا اس نے صرف الہام بازی و ڈھکوسلہ سازی سے کام لیا۔ چکڑالوی نے صرف اپنے خیال پر وبال سے سلسلہ نیا شروع کیا۔ ثناء اللہ وغیرہ نے دیکھا کہ ادہو۔ یہ تو ہمارا حق تھا اور یہ چھین کر لیگئے۔ پھر اس نے بھی چکڑالوی کی سنت کو اختیار کیا بس پھر کیا تھا بیچارے کی شامت آگئی۔ بڑے بڑے ڈبل فتاوں سے کچل دیا گیا۔ ہاں مولوی ثناء اللہ پر یہ زیادہ ظلم اظلم ہوا کہ اسکے ہمقوم وہم عقیدہ وہم مشرب فرقہ۔ مثلاً محمد حسین بٹالوی ومولوی احمد اللہ امرتسری اور جماعت غزنویہ اور حکیم عبدالحق وینا نگری وغیرہم نے ثناء اللہ کی تفسیر پر سخت سخت فتاوی لکھدیئے۔ یہ کیا سبب صرف وجہ یہ کہ اس نے سخت بے ادبی امام العالم الملم اعظم رضی اللہ عنہ کی اور دوبیر و فتوہین بھی کی (ع)۔ "بے ادب محروم شد از فضل رب"۔

ہر چند حضرات حنفیہ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو مروجہ کفر و بدعت سے بچانے میں امداد کی مگر امرتسر کے غیر مقلدین نے اوسکو اہل حدیث و اہلسنت سے خارج کر ہی دیا۔ غرضکہ یہ سب وبال ہے تفسیر بالرائے لکھنے کا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بھی حتی الوسع تفسیر و فتوی سے نہایت احتیاط کرتے روایات سے بھی ڈرتے تھے۔ اور جس نے ذرا بھی دست اندازی کی تو اوسکا نتیجہ بالکل برا نکلا۔ دیکھیے مشکوٰۃ شریف

عن جابر رضی اللہ عنہ قال خرجنا فی سفر فاصاب منا حجر فشجہ فی رأسہ فاحتلم

قال لاصحابہ هل تجدون لی رخصة فی التیمم قالوا ما نجد لك رخصة وانت تقدر
علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا الی النبی صلی الله علیه وسلم اخبرنا بذلك
قال قتلوه قتلهم الله الا سألوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال - الحدیث
یعنی ایک سفر میں ایک صحابی کو زخم سر پہونچا۔ رات کو اوسکو احتلام ہی ہوا۔ صبح کو اپنے ساتھیوں (صحابہ)
سے مسئلہ پوچھا کہ کیا مجھے تیمم کی اجازت ہے ۔ صحابہ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ پانی
تیرے پاس موجود ہے ۔ پس اوس نے پانی سے نہایا اور مرگیا۔ جب قافلہ نے لوٹ کر جناب رسول اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر سنائی تو آپنے رنجیدہ ہوکر فرمایا اونہوں نے اوسکو قتل کیا خدا انکو ہلاک کرے
جبکہ علم نہ تھا تو کیوں اہل علم سے نہ پوچھا۔ دیکھیے صحابہ کرام جو کہ خدمت اقدس نبوی میں حاضر باش
تھے اور ہر ایک قسم کے احکام بار بار مسموع فرماتے اور خود بھی صالح و عامل و پرہیزگار تہے اور کوئی
شخص وہابیوں کیطرح بدنیت ضدی بھی نہ تھا۔ مگر باین شرافت وصلاحیت چونکہ وہ مجتہد نہ تہے
لہذا پیغمبر علیہ السلام کی دعائے بد کے مستحق ہوگئے۔ اگر اون میں کوئی شخص مجتہد ہوتا مثل معاذ بن جبل
وعلی مرتضے و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے تو کبھی وہ فتوی ایسے نہ دیتے اور نہ دعائے بد کے مستحق ہو
اور اگر فتوی دیتے بھی تو دو یا ایک اجر کے حقدار ہوتے۔ پس جبکہ بعض صحابہ کرام بھی مفتی و مجتہد نہ
بن سکے تو آجکل کے تفسیر محمدی و نجات المؤمنین پڑھکر کیسے مجتہد و مفسر بنگئے۔ ع

او میاں گم شد کرا رہبری کند

اسواسطے بار بار تاکید آئی ہے کہ دین سیکھتے ہو تو دیکھکر سیکھو۔ عن ابن سیرین قال
ان هذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم رواہ مسلم والدارمی۔
یعنے یہ علم ہی تو دین ہے پس دیکھو کہ کس سے حاصل کرتے ہو۔ اور دوسری جگہ ابن مسعودؓ کے
حق میں فرمایا ابوموسے اشعری نے۔ لاتسئلونی مادام هذا الحبر فیکم۔ مشکوۃ

یعنے جبتک یہ بڑا جید عالم تم میں موجود ہے مجھ سے مسئلہ نہ پوچھو۔ چونکہ ابن مسعودؓ بہت افقہ و اعلم تھے اور افقہ و اعلم کی بات افضل ہوتی ہے اسلئے خود فتویٰ نہ دیا۔ اور یہ صلحا و کملا کی سنت ہے۔ کہ جب کسیکو اپنے سے اعلم وافقہ دیکھتے ہیں تو اوسکی کمال عزت و عظمت سے قدر افزائی اور ادب کرتے ہیں نہ اوسکی زندگی میں صرف بلکہ بعد از وفات بھی چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں لکھا ہے کہ جب وہ قبر مکرم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر پہونچے تو فجر کی نماز میں دعائے قنوت ترک کر دی حالانکہ مذہب شافعی میں وہ واجب تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ رفع یدین ترک کیا۔ جب آپ سے کسی نے وجہ ترک دریافت کی تو فرمایا اتادبا مع ھذا الامام اکثر من ان نظھر خلافہ بحضرتہ الخ (مرقات شرح مشکوٰۃ وغیرہ) یعنے ادب کرتا ہوں اس امام سے اسبات سے کہ اوسکی حاضری میں اوسکے مذہب کے خلاف کام کروں۔ یہ تھی عظمت و شان امام کی بعد از وفات بھی۔ کوئی مجتہد آپکی قبر مبارک کے پاس جرأت خلاف کی نہ کرتا۔ اور یہ خلوص و تقویٰ امام شافعی کا کہ آپکو قبر میں زندہ سمجھکر مذہب امام کے خلاف کام نہ کیا۔ اب کہاں ہیں وہ بے دین جو بار بار کہا کرتے ہیں کہ امام صاحب کے سیکڑوں مسئلے خلاف قرآن و حدیث ہیں۔

فلعنۃ ربنا اعداد رمل علی من ردّ قول ابیحنیفۃ

لقد زان البلاد ومن علیھا امام المسلمین ابو حنیفۃ

غرضکہ بلا فقہ و تفقہ باطنی تفسیر بنا سراسر نقصان کا موجب ہیں۔ اور رفقہ شریف کی فضیلت ابن حجر نے خیرات الحسان فصل ۲۹ میں اور ترمذی نے باب الجنائز میں اور رسالہ الصاف شاہ ولی اللہ میں خوب لکھی ہے۔ حدیث صحیح میں ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین رواہ البخاری۔ یعنے جسکو خدا بہتر کرنا چاہتا ہے تو اوسکو فقیہہ و مجتہد بناتا ہے۔ پس اسی واسطے مجتہد و فقیہہ کی تعظیم واجب ہے۔ اب ناظرین کو پھر متوجہ کرتا ہوں کہ سائل جب حسب الحکم فاسئلوا

اَھلَ الذِکرِ کے مسئلہ کا سوال کریگا تو کس سے کرے۔ اہل ذکر تو ہر اک مذہب رافضی خارجی مرزائی معتزلہ قدریہ وغیرہم میں ہو سکتے ہیں تو زنادِ سائل کیا کرے۔ اگر کل اہل ذکر سے سوال کیا تو بوجہ جوابات مختلفہ ملنے کے طبیعت سخت پریشان ہوگی۔ پھر بعد از حصول جوابات تین صورتیں ہیں (۱) یا اپنے تفقہ و اجتہاد سے کام لیگا (۲) اگر مجتہد و فقیہہ نہیں تو کسی مجتہد کا مقلد ہوگا (۳) یا ملحد و مذبذب ہوگا۔ یعنے کبھی ایک حلال کبھی وہی حرام۔ کبھی وہی گناہ کبھی وہی ثواب۔ چنانچہ دیکھ دیکھو مقدمہ امر پانزدہم[۱۵] پس ثابت ہوا کہ انسان کو ایک مذہب کا مقلد بننا لازم ہے تاکہ نفاق و اختلاف سے بچکر اطمینان قلبی و تسکین روحی حاصل کرے۔ پھر مجتہد خواہ صواب پر ہو خواہ خطا پر مقلد کے حق بہر حال بہتر ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کتاب تحفہ اثنا عشریہ باب ۱۱ میں لکھتے ہیں۔ "مجتہد را تقلید دلیل خود ضرور است و اجتہاد مجتہد احتمال خطا دارد مجتہد بر خطا معاتب نیست بلکہ ماجور بیک اجر است چنانچہ در معالم الاصول شیعہ نیز بایں تصریح نمودہ۔ پس خطا محتمل او در رنگ صواب متیقن شد کہ اصلا خوفے و خطرے ندارد۔ نہ در حق او و نہ در حق مقلد او الخ"۔ پس واجب ہوئی تقلید ایک امام کی

اللھم ثبتنا علیٰ مذھب ابی حنیفۃ ط آمین۔ آمین۔ آمین۔

چھٹی دلیل وجوب تقلید پر

قولہ تعالیٰ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا یعنے اسکے سوا نہیں کہ تاخیر کرنا بڑھاتا ہے کفر میں۔ اور بسبب اسکے گمراہ ہوئے وہ کافر حلال جانتے ہیں ایک سال اسکو پھر حرام جانتے ہیں ایک سال اسی کو۔ ایسا خیال کرنا چاہئے کہ ایک چیز کو ایک وقت حلال سمجھنا پھر دوسرے وقت اسی کو حرام سمجھنا۔ یہ صریح مشابہت ہے کفار کے ساتھ۔ اور یہ اسکو حاصل ہے جو کہ دو مذہبوں کی سیر کرتا ہے۔ بین بین چلتا ہے۔ اسی واسطے حضرات فقہاء مدار بالجملہ اصولی

سب مذاہب پر عمل کرنے سے منع کیا ہے۔ اور ایک ہی مذہب کی تقلید کو لازم کر دیا ہے۔

اول۔ چنانچہ حضرت شیخ ابن ہمام نے تحریر الاصول میں اور شیخ ابن حاجب نے مختصر الاصول میں اور قاضی عضد الدین مختصر الاصول میں اور صاحب درمختار نے درمختار میں بالفاظ مختلفہ اس کی تصریح کی ہے۔ ان الرجوع عن التقليد بعد العمل ممنوع بالاتفاق۔ اور کہا صاحب بحر الرائق نے رسالہ زینیہ میں فوجب على مقلد ابي حنيفة العمل به ولا يجوز له العمل بقول غيره كما نقل الشيخ قاسم في تصحيحه عن جميع الاصوليين انه لا يجوز الرجوع عن التقليد بعد العمل بالاتفاق یعنے اجماع و اتفاق ہے کہ بعد از عمل کرنیکے تقلید سے پھر جانا باطل و ناجائز ہے اور حنفی پر واجب ہے کہ اپنے امام کے قول پر عمل کرتا نہ کسی اور کے۔

دوم۔ کہا عبدالبر مالکی نے ان تتبع رخص المذاهب غير جائز بالاجماع ذکرہ مسلم الثبوت یعنے ہر اک مذہب کا حلال حلال اور جائز جائز ڈھونڈھنا منع ہے بالاجماع ہے۔

سیوم۔ کتاب مجمع البحار میں (جو صحاح ستہ کی معتبر شرح ہے) لکھا ہے لكن منعه الاصوليون للمصلحة وحكى عن بعض الائمة ان من اختار من كل مذهب ما هو اهون يفسق۔ یعنے ہر مذہب پر چلنا اور یا ہر مذہب سے تھوڑا تھوڑا لینا آسان آسان لینا فاسقوں کا طریقہ ہے۔

چہارم۔ امام شعرانی مالکی اپنی کتاب میزان میں لکھتے ہیں سمعت سيدي عليا الخواص رحمة الله عليه فيقول امر علماء الشريعة بالتزام مذهب معين تقريبا للطريق لا يعنے فرمایا حضرت زبدة العارفین شیخ زمان علی خواص علیہ الرحمۃ نے (جو امام شعرانی کے پیر ہیں) کہ علماء شرع کا حکم ہے کہ راستہ حق کے قریب ہونیکے واسطے ایک مذہب معین پکڑنا لازم ہے۔

پنجم۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رسالہ انصاف میں لکھتے۔ اعلم ان الناس كانوا قبل المائة الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه ... ظاهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب

فی ذالک الزمان۔ یعنے دوسو برس کے بعد مجتہدین کے مذہب پکڑنے کا التزام ہوا اور یہ مذہب پکڑنا واجب تھا اور کوئی شاذونادر تھا جو باہر رہگیا تھا ورنہ سب لوگ مقلد ہوگئے تھے **ف** حضرت امام اعظم تابعی رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ بعدازاں دیگر آئمہ کی تحقیق وتدقیق کی اشاعت کامل ہوئی اور دوسو برس تک کل مسائل تحریری وتقریری کی شہرت تام وقبولیت عام ہوگئی اور مسائل اصولی وفروعی کل قلمبند ومدوّن ہوگئے۔ بعدازاں علماء دین وحامیان اسلام نے اجماع کرلیا کہ آئمہ اربعہ کی تقلید سے جو خارج ہے وہ مخالف ہے پس کوئی کوئی شخص شاذونادر ایسا رہگیا کہ تقلید پر عامل نہ ہو۔ ورنہ سب مسلمان تقلید پر مجتمع ہوگئے پس جبکہ ثابت ہوا اجماع امت تقلید پر (جیساکہ مذکور ہوا) تو اب ہم کہتے ہیں کہ مسائل اسلامیہ یا تو اجماعیہ ہیں یا اختلافیہ۔ اگر ہیں اجماعیہ تو اونکا اتباع واجب ہے، بالاجماع اماار ہیں اختلافیہ تو مقلد کے واسطے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اخیتاً کریگا غیر مذہب کی اور دور کریگا کبھی حلت سے طرف حرمت کی اور کبھی حرمت سے طرف حلت کی۔ یعنے کبھی ایک کو حلال پھر اوسی کو حرام سمجھے گا جیساکہ مقدمہ امر یازدہم میں گذرگیا۔ یا ایک مذہب کا مقلد ہوگا پھر اگر مقلد صورت اول میں یعنے بہ ذریعہ کا جیسا کبھی ادہر کبھی ادہر تو یہ باطل ساتھہ آیت مذکورہ کے اور یہ دو حدیثیں بھی اسی کی مذمت میں ہیں۔ مثل المنافق کمثل الشاۃ العائرۃ بین الغنمین تعیر الی ھذہ مرۃ والی ھذہ مرۃ رواہ مسلم۔ یعنے منافق کی مثال اوس بکری کیطرح ہے جو کہ دو ریوڑوں (دو جماعتوں) کے درمیان چلتی ہے کبھی اوسطرف گئی کبھی اسطرف آئی۔ دوسری حدیث ان شر الناس ذوالوجہین الذی یأتی ھؤلاء بوجہ وھؤلاء بوجہ رواہ البخاری۔ یعنے دو رخہ آدمی (جو ایک رخ تو ایک جماعت کیطرف اور ایک رخ دوسری جماعت کیطرف رکھتا ہو) بدتر ہے سب آدمیوں سے۔ اور اگر مقلد ہے صورت ثانیہ میں یعنے ایک کا مقلد تو ثابت ہوئی تعیین ایک مذہب کی اور باطل ہوئی تلفیق یعنے دو چار مذاہب پر چلنا۔ بیان اوسکا یہ ہے کہ

تلفیق یا تو کرے گا تقلید کرنے سے پہلے یا بعد از اختیار کرنے تقلید کے۔ پھر اگر تلفیق کرے گا پیچھے عمل کرنیکے تو باطل ہے ساتھ اجماع کے جو کہ اوپر منع ہونے رجوع کے بعد از تقلید کے منعقد ہوا۔ اور اگر تلفیق کریگا پہلے تو یہ ہے باطل ساتھ اوس اجماع کے جو منعقد ہوا ہے اوپر منع ہونے تتبع کے رخص مذاہب کے۔ اور اگر جائز ہو تلفیق تو لازم آویگا اوسمیں تتبع رخص مذاہب کا اور وہ ناجائز ہے بالاجماع۔ پس باطل ہوئی تلفیق یعنے دو مذہبوں پر چلنا۔

ہم اس مضمون کو پھر اور بھی تشریح کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ وہ صورت بیانیہ یہ ہے کہ جملہ مجتہد جمع ہوئے ہیں مسائل اجتہادیہ اختلافیہ میں ازروئے اعتقاد و اعمال کے بایں طور کہ فلاں فلاں چیز حرام اور فلاں فلاں حلال۔ پھر اگر جائز ہو تلفیق اور تتبع رخص مذاہب یعنے ہر اک مذہب پر عمل کرنا تو اُٹھ جائیگی حلت و حرمت تمام جہان سے اور اجماع ہو جائیگا لغویات اور بیہودہ گوئی پر یعنے کوئی چیز حلال و حرام ثابت نہ ہوگی بلکہ انسان آزاد بنکر کبھی ایک چیز کو حلال پھر اُسی کو حرام کہیگا لہذا یہ تلفیق و رخص مذاہب باطل ہے۔ اور تقلید شخصی واجب ہے۔ چنانچہ حضرات علماء دین نے بھی فیصلہ کر دیا ہے۔

ششم۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے رسالہ تشییع الفقہا میں لکھا ہے بل دجب علیہ ان یعین مذھبا من ھذہ المذاھب۔ یعنے واجب ہے انسان پر کہ اپنے لئے ایک خاص مذہب مقرر کرلے۔

ہفتم۔ تفسیر احمدی میں لکھا ہے اذا التزم مذھبا یجب علیہ ان یدوم من ھذا الذی التزم ولا ینتقل عنہ الی مذھب آخر الخ۔ یعنے جس وقت کوئی شخص لازم پکڑے کسی مذہب کو تو اُسپر لازم و واجب ہے کہ اوس مذہب پر دائم قائم رہے اور اوسکو چھوڑ کر دوسرے مذہب پر نہ چلے۔

ہشتم۔ فرمایا صاحب الہدایہ نے باب وتر میں واذا علم المقتدی منہ ما یزعم فساد صلوتہ

کالفصد وغیرہ لا یجوز بہ الاقتداء۔ یعنے جب مقتدی کو معلوم ہوجائے کہ امام میں مفسد صلوٰۃ (نکسیر و فصد وغیرہ) کی وجہ موجود ہے تو اوس امام کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

یازدہم۔ فرمایا امام طحاوی نے شرح درمختار میں باب بحث مفتی میں۔ قال صاحب الھدایۃ فی التجنیس الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال یعنے واجب ہے کہ ہمیشہ ہر حال امام اعظم کے قول پر ہی فتوٰی دیا جائے۔

دوازدہم۔ فرمایا شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں۔ فبھذا ظہر ان الصواب ما ذھب الیہ ابو حنیفۃ وان العمل علی مقلّد واجب والافتاء بغیرہ لا یجوز لھم یعنے بات ہی صواب ہے جس پر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور مقلد کو سوائے قول امام کے غیر کے قول پر فتوٰی دینا منع ہے

سیزدہم۔ فتاوٰی عالمگیری باب التعزیر میں ہے۔ حنفی ارتحل الی مذھب الشافعی یعزر کذا فی جواہر الاخلاطی۔ یعنے اگر کوئی شخص حنفی مذہب سے ہٹ کر مذہب شافعی میں گیا تو اوسکو تعزیر دینا ہے۔

چہاردہم۔ اور کہا امام حموی نے شرح اشباہ والنظائر میں وفی الفتح قالوا ان المنتقل من مذھب الی مذھب بالاجتھاد والبرھان آثم ویستوجب التعزیر فبلا اجتھاد وبرھان اولٰی۔ یعنے کتاب الفتح میں ہے کہ کہا علماء دین نے کہ تحقیق ایک مذہب سے ہٹکر دوسرا مذہب پکڑنے والیکو سزائے تعزیر دینی چاہیئے کیونکہ وہ گنہگار ہے۔ اگرچہ ساتھ دلیل و برہان کے ہو پھر نادان کا کیا حال ہے۔

پانزدہم۔ فرمایا حضرت امام قہستانی نے نقایہ شرح وقایہ کی کتاب القضاء میں ہے۔ قال ابو بکر الرازی لو قضی بخلاف مذھبہ مع العلم لم یجز فی قولھم جمیعاً۔ یعنے جان بوجھکر

اگر قاضی اپنے مذہب کے خلاف فتویٰ دیوے تو ناجائز ہے۔

شانزدہم۔ کتاب شرح مسلم الثبوت کے صفحہ ۶۲۲ میں ہے غیر المجتهد المطلق ولو کان عالما
یلزمه التقلید لمجتهد ما۔ یعنے غیر مجتہد اگرچہ عالم ہی ہو اوس پر تقلید کسی مجتہد کی ضرور ہے

ہفدہم۔ امام شعرانی میزان کے صفحہ ۱۴ میں لکھتے ہیں فان قلت فهل یجب علی المحجوب
عن الاطلاع علی العین الاولی الشریعة التقلید بمذهب معین فالجواب یجب علیه
ذالك لئلا یضل نفسه ویضل غیره یعنے جو شخص غیر مجتہد ہے اوس پر کسی مجتہد کی تقلید
واجب ہے تاکہ نہ خود گمراہ ہو نہ دوسروں کو گمراہ کرے۔

ہشتدہم۔ ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۲۸۳ میں ہے۔ لیس للعامی ان یتحول من
مذهب الی مذهب ویستوی فیه الحنفی والشافعی۔ یعنے عامی غیر مجتہد کو جائز نہیں کہ
ایک مذہب چھوڑے دوسرا پکڑے۔

نوزدہم۔ امام ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح عین العلم میں لکھتے ہیں فلو التزم احد مذهبا
کابی حنیفة والشافعی فلا یقلد غیره فی مسئلة من المسائل۔ یعنے اگر کسی شخص نے ایک
مذہب کو لازم پکڑا تو اوس مذہب پر دوام رہے اور کسی مسئلہ میں غیر کی تقلید نہ کرے۔

بستم۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رسالہ عقد الجید میں لکھتے ہیں اذا لم یجتمع
آلات الاجتهاد لا یجوز له العمل علی الحدیث بخلاف مذهبه لانه لا یدری منسوخ
ماؤل او محکم علی ظاهره ومال الی هذا القول ابن حاجب فی مختصره وتابعوه
یعنے جب تک اسباب اجتہاد کے میسر نہ ہوں تو غیر مجتہد کو عمل بالحدیث جائز نہیں۔ اور اس سے پہلے
ایک جگہ امام بغوی سے یوں نقل کرتے ہیں ویجب علی من لم یجمع هذه الشرائط تقلیده فیما
یعن له الحوادث۔ یعنے جو شخص شرطوں کا جامع نہیں تقلید غیر کی (جو جامع ہے) کرنی چاہئے

بست و یکم۔ کتاب میزان الخضری میں ہے فقد صرح العلماء بان التقلید واجب علی کل ضعیف وقاصر النظر یعنے تحقیق علماء نے اس پر تصریح کی ہے کہ تقلید ہر اک ضعیف پر واجب ہے۔

بست و دوم۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں رسالہ فیوض الحرمین میں عرفنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان المذھب الحنفی طریقۃ انیقۃ وھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابہ یعنے امام بخاری کے وقت میں جسقدر طرق و مذاہب تھے اون سب سے زیادہ موافق ساتھہ سنت کے طریقہ حنفی ہے۔ اور یہ معرفت مجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کرائی ہے۔

بست و سیوم۔ حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت یحییٰ معاذ رازی نے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کرکے عرض کی این اطلبک یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال عند علم ابی حنیفۃ۔ یعنے آپکو کہاں پاؤں یا رسول اللہ آپنے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے علم میں۔

بست و چہارم۔ صاحب تحریر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں لا یرجع عما قلد فیہ ای عمل بہ اتفاقاً۔ یعنے جس مذہب میں کوئی شخص مقلد ہوا تو نہ لوٹے اوس سے بالاتفاق۔

بست و پنجم۔ فرمایا حضرت علامہ مولانا عبد السلام نے شرح جوہرہ میں۔ انعقد الاجماع علی ان من قلد فی الفروع و مسائل الاجتہاد واحداً من ھؤلاء برئ عن عھدۃ التکلیف بہ فیما قلد فیہ۔ یعنے جس نے ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی تو وہ شخص عہدہ تکلیف سے بری ہوگیا بالاجماع۔

بست و ششم۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسالہ مبدأ و معاد میں

لکھتے ہیں۔ "آخر الامر اللہ تعالیٰ ببرکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحاد است حقیقت مذہب حنفی در ترک قرأۃ ماموم ظاہر ساخت الخ" خلاصہ یہ کہ ایک مذہب سے نکلنا دوسرے میں جانا الحاد (بیدینی) ہے۔ چنانچہ اوپر چوتھی دلیل میں حدیث ششم کے ذیل میں مرقوم ہے۔

بست و ہفتم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی تفسیر میں بذیل آیت فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰہِ اَنْدَادًا لکھتے ہیں۔ "کسانیکہ اطاعت آنہا بحکم خدا فرض است شش گروہ اند از انجملہ مجتہدان شریعت و مشائخان طریقت الخ"۔

بست و ہشتم حضرت امام غزالی کتاب کیمیائے سعادت باب بحث آداب الامر میں لکھتے ہیں۔ "مخالفت صاحب مذہب خود کردن نزد ہیچ کس روا نباشد الخ" یعنے کسی شخص کے نزدیک اپنے امام مذہب کے خلاف کرنا جائز نہیں۔

بست و نہم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں تحریر فرماتے ہیں "خانہ دین این چہار اند ہر کہ را ہے ازیں راہ ہا دوری ازیں درہا گرفت اختیار نمودہ براہ دیگر رفتن و در دیگر گرفتن عبث و لہو باشد۔ و کار خانہ عمل را از ضبط و ربط بیروں افگندن است و از راہ مصلحت بیرون افتادن است۔" پھر آگے چلکر لکھتے ہیں۔ "قرار داد علماء و مصلحت دید ایشان دریں آخر زمان تعیین مذہب است و ضبط و ربط کار دین و دنیا ہم دریں صورت بود و از اول مخیر است کہ ہر کدام راہ کہ اختیار کند صورتے دارد لیکن بعد از اختیار یکے بجانب دیگر رفتن بتوہم سوء ظن و تفرق و تشتت در اعمال و اقوال نخواہد بود قرار داد متاخرین علماء ہست۔ وہو الخیر و فیہ الخیر۔" یعنے خلاصہ یہ کہ بار بار نیا مذہب پکڑنا۔ ایک کو ترک کرنا دوسرے کو لینا خلاف مصلحت اور خارج از خیریت ہے۔ اور اسمیں سراسر بدظنی اور تفریق و نفاق اور دین میں کھیل ہے جو کہ حرام ہے۔ ایک ہی مذہب پر قائم رہنا نہایت ہی بہتر اور نیک انجام ہے۔

سی ام۔ امام عینی نے شرح کنز میں لکہا ہے۔ قال البزدوی فی اصوله اجمع العلماء
والفقهاء علی ان المفتی وجب ان یکون من اهل الاجتهاد وان لم یکن من اهل الاجتهاد
فلا یحل له ان یفتی الا بطریق الحکایة۔ یعنے فی الاصل مفتی تو مجتہد ہی ہے غیر مجتہد کا کام فتوے
دینا نہیں مگر بطریق حکایت یعنے کسی امام کے قول کے موافق ہو۔

سی ویکم۔ قال فی الفتاوی الظهیریة فی کتاب القضاء اجمع الفقهاء علی ان
المفتی وجب ان یکون من اهل الاجتهاد وان لم یکن من اهل الاجتهاد فلا یحل
له ان یفتی الا بطریق الحکایة۔ یعنے غیر مجتہد کو فتوی دینا حرام ہے مگر بطور نقل وحکایت

سی ودوم۔ فی فصول العمادیة وان لم یکن من اهل الاجتهاد فلا یحل له ان یفتی
الا بطریق الحکایة۔ یعنے غیر مجتہد جب تک کسی مجتہد کامل کے قول سے فتوی نہ دیوے۔
تب تک حرام ہے اوسکو فتوی دینا۔

سی وسیوم۔ قال الامام الاسفرائنی فی شرح منهاج الاصول انهم اجمعوا علی ان
العامی لا یجوز له ان یفتی الا من غلب علی ظنه انه اهل الاجتهاد۔ یعنے فقہا کا اس
اجماع ہے کہ عامی غیر مجتہد کو جائز نہیں کہ فتوی دیوے مگر جسپر مجتہد ہونے کا یقین ہو اوسکے قول پر
فتوی دیوے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری کتاب القاضی باب ہشتم میں بہی بیان ہے۔

سی وچہارم۔ فرمایا امام غزالی نے ارکان امر معروف ونہی عن المنکر میں۔ علی کل مقلد
اتباع مقلده من کل تفصیل فاذا خالفه المقلد متفق علی کونه منکرا بین المحصلین اھ
یعنے مقلد پر اپنے امام کی متابعت ہر مسئلہ میں لازم ہے اور امام کے خلاف کرنا سخت گناہ ہے۔

سی وپنجم۔ مختصر الوقایہ کی کتاب الاشربہ امام قہستانی کا قول ہے واعلم من جعل الحق
متعددا کالمعتزلة اثبت للعامی الاختیار فی الاخذ من کل مذهب ما یهوا اھ۔

ومن جعل الحق واحدا کعلمائنا الزم للعامی اماما کما فی الکشف فلو اخذ من کل مذہب

مباحہ فصار فاسقا کما فی الشرح الطحاوی للفقیہ سعید ابن مسعود۔ یعنے جہاں تک

کہ جس نے معتزلہ کیطرح سب مذہبوں کو حق کہا تو اوس نے ہر اک مسلمان کے واسطے راستہ کھول دیا

ہر مذہب سے لینے کا اور جس نے ہمارے اہلسنت کیطرح ایک مذہب کو حق قرار دیا ہے تو اوس نے

عام کے واسطے ایک ہی مذہب قائم کیا ہے پس جس نے ہر مذہب سے مباح مباح لے لیا تو وہ فاسق ہو گیا

سی و ششم۔ امام شعرانی مالکی میزان میں کہتے ہیں اما من لم یصل الیٰ شہود عین

الشریعۃ الاولیٰ وجبت علیہ التقلید بمذہب واحد خوفا من الوقوع فی الضلال

وعلیہ عمل الناس الیوم۔ یعنے جو شخص نہیں پہونچا مرتبۂ شہود کو تو اسپر ایک ہی امام کی تقلید واجب ہے

تاکہ گمراہی میں نہ پڑے اور اسی پر کل انسانوں کا عمل ہے۔ ف۔ مقامات اولیاء اللہ میں سے

ایک مقام کا نام مقام شہود ہے۔ ظاہر بینوں کو یہ میسر ونصیب نہیں ہیں۔ ف۔ اس قول سے صریح

نکلتا ہے کہ تقلید شخصی پر اجماع ہے۔

سی و ہفتم۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی عقد الجید میں لکھتے ہیں۔ المرجح عند

الفقہاء ان العامی المنتسب الیٰ مذہب لایجوز مخالفتہ۔ یعنے حضرات فقہاء دین متقدمین

کے نزدیک یہی معتبر ہے کہ عامی غیر مجتہد کو اپنے امام کے خلاف کرنا جائز نہیں۔ ف۔ یہاں تک

تو تقلید شخصی کی پابندی کے اقوال مرقوم ہوئے۔ اب دیکھنا ہے کہ جسقدر اولیاء اصفیاء

علماء گذرے ہیں وہ کسقدر مقلد تھے۔

سی و ہشتم۔ ردالمحتار میں ہے وحسبك من مناقبہ اشتہار مذہبہ ما قال

قولا الا اخذ بہ امام من الائمۃ الاعلام وقد جعل اللہ الحکم لاصحابہ واتباعہ من

زمنہ الیٰ ہذہ الایام وقد اتبعہ علی مذہبہ کثیر من الاولیاء الکرام الم ای فی مقامات

البلاد الاسلام بل کثیر من الاقالیم والبلاد لا یعرف الا مذھبه کبلاد الروم والھند والسند وما وراء النهر وثمر قند الخ دفن له زمنه الی ھذا البلاد بأسم فالدولة العباسية وان كان مذهبهم مذهب جدهم فاكثر قضاتها ومشائخ اسلامها حنفية يظهر ذالك لمن تتبع كتب التواريخ وكان مدة ملكهم خمسمائة سنة تقريبا واما الملوك السلجوقيون وبعدهم الخوارزميون فكلهم حنفيون وقضاة ممالكهم غالبا حنفية الخ یعنے حضرت امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد کروڑہا اولیاء و علماء و مشائخین ہیں۔ چنانچہ سلطنت عباسیہ پانچسو برس رہی جسمیں کل قاضی و مفتی و صوفیا و غیرہم حنفی تھے اور پادشاہان سلجوقیون وخوارزمیون تو سب ہی حنفی تھے۔ اور اب بھی تمام بلاد اسلامیہ جیسا روم وشام بلخ بخارا و افغانستان وسمرقند و ماوراء النہر وہند وسندھ کے مسلمان دو حصوں سے زیادہ حنفی ہیں اور ایک حصہ میں سے دو ثلث دیگر مقلدین اور ایک ثلث میں گمراہ فرقے مثل وہابی نیچری و مرزائی وغیرہ ہیں۔

سی و نہم۔ علامہ محمد طاہر صاحب حنفی خاتمہ مجمع البحار میں (جو صحاح ستہ کی معتبر شرح ہے) لکھتے ہیں ویدل علیه ما یسر الله له من الذکر المنتشر فی الآفاق فلو لم یکن لله تعالی سر[1] فیه لما جمع شطر الاسلام علی تقلیده یعنے خدا نے جو حضرت امام العالم امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید پر آدھا کامل حصہ قائم کیا ہے اسمیں ضرور کچھ حکمت الٰہی و بھید پوشیدہ ہے۔

چہلم۔ امام شعرانی مالکی میزان میں لکھتے ہیں فلا ینبغی لاحد الاعتراض علیه (ای علی ابیحنیفة) لکونه من اجل الائمة واقدمهم تدوینا للمذهب واقربهم سندا الی النبی صلے اللہ علیه وسلم ومشاهد الفعل اکابر التابعین وکان متقیدا بالکتاب والسنة ومتبریا من الرأی الخ یعنے کسیکو لائق اور جائز نہیں کہ امام اعظم پر اعتراض کرے

[1] تفسیر عزیزی میں ہے۔ ان اعمار المذاهب والامم بحسب فضل الهی وقبولیته من الله ۔

کیونکہ وہ اماموں کے سردار و بزرگ ہیں حضور علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں سنداً اور اکابر تابعین کے حالات و افعال کو ملاحظہ کرنے والے ہیں۔ اور قرآن و حدیث کے تحت پابند ہیں اور اپنی رائے اور خیال سے بچنے والے ہیں **ف**۔ دیکھئے یہ ایمان ہے دیگر مذاہب کے محدثین کا۔

چہل و یکم۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اپنے رسالہ میں (جو تفال نقال کا جواب ہے) لکھتے ہیں واتباع ابی حنیفۃ قدیما و حدیثا فی الازدیاد فی جمیع البلاد سیما فی بلاد الروم وما وراء النهر ودیار الهند والسند واکثر اهل خراسان وعراق معه وجودته کثیرین فی بلاد العرب بالاتفاق واظن انهم یکونون ثلثی المسلمین بل اکثر عند المهندسین بالاتفاق مع ان سلاطین فی کل زمان ومکان ثابتون علی مذهب النعمان فی کل عصر ودهر الخ یعنے جسقدر بلاد اسلامیہ و غیر اسلامیہ مانند عرب و روم و مصر و خراسان و افغانستان و ہند و سندھ و کشمیر وغیرہ کل روئے زمین کے اہل اسلام دو حصے سے زیادہ حنفی المذہب تھے اور اب بھی ہیں خواہ وہ امراء و سلاطین ہوں خواہ اہل علم خواہ عام اہل اسلام۔ اب غیر مقلدوں کے منہہ کو کوئی لگام دیوے تا کہ کل اہل اسلام کو کافر و مشرک نہ بنائیں اور اپنا ایمان برباد نہ کریں۔ **اللهم ثبتنا علی متابعة ابی حنیفة رضی الله عنه**۔

چہل و دوم۔ حضرت امام ربانی قطب ربانی شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ بہ برکت ورع و تقوی و دولت متابعت سنت درجۂ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگران در فہم او عاجز اند و مجتہدات او را بواسطہ دقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند و او را و اصحاب او را اصحاب الرای پندارند کل ذالك لعدم الوصول الی حقیقة علمه ودرایته وعدم الاطلاع علی فهمه وفراسته مگر امام شافعی علیہ الرحمۃ از فقاہت او علیہ الرضوان شمۂ یافت کہ گفت الفقهاء کلهم عیال ابی حنیفة فی الفقه بواسطہ ہمیں مناسبت کہ بروح اللہ دارد تواند بود آنچہ حضرت خواجہ محمد پارسا علیہ

در فصول نوشته است که حضرت عیسےٰ علیہ السلام بعد از نزول بہ مذہب امام ابوحنیفہ حکم وعمل خواہد کرد

الغرض تمام دنیا کے اولیاء وعلماء وصلحا اکثر سے زیادہ حضرت امام کے مذہب پر ہیں پھر نہ معلوم کہ غیر مقلد کیوں اونکے دشمن بنگئے۔ اور امام ربانی نے خوب دلائل کثیرہ معتبرہ سے ثابت کیا ہے کہ تقلید امام ابوحنیفہؒ کی دیگر آئمہ سے بہتر وانفع ہے اور طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے افضل واکمل واقرب ہے۔ چنانچہ دیکھو مکتوبات شریف امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۲۴۳ و ۲۶۹ و ۲۲۱ و ۱۱۸ و ۹۴ و ۱۳۱ وغیرہ۔ الحمد للہ الذی ارشدنا الی فضل الطریقۃ النقشبندیۃ۔

ساتویں دلیل وجوب تقلید پر

یَاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَ جَاہِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِہٖ الآیۃ

یعنے اے ایماندارو تقویٰ اختیار کرو (۱) اور وسیلہ تلاش کرو خدا کیطرف (۲) مجاہدہ وکوشش کرو (۳) تاکہ ان چیزوں کے باعث تمہاری نجات ہو (۴) اس آیت میں خدا نے بعد از تقویٰ وسیلہ تلاش کرنا واجب کیا ہے جس سے باوجود عامل وعالم ہونیکے بھی وسیلہ کی سخت ضرورت ثابت ہوتی ہے بے وسیلہ نجات کامل بھی ملنا مشکل ہے۔ اب وسیلہ کے معنے بھی یاد کرلیں صراح میں ہے۔ وسیلہ سبب گرفتن وتوسل نزدیکی جستن بچیزے۔ اور فتح الباری شرح البخاری میں ہے ھو ما یتقرب بہ الی الکبیر یقال توسلت ای تقربت۔ اور لبید شاعر کا یہ شعر ہے ؎

ارای الناس لایدرون ما قدر امرھم ۔۔۔ الا کل ذی لب الی اللہ واسل

اور تفسیر جلالین میں ہے الوسیلۃ ما یقربکم اللہ من طاعۃ۔ اور تفسیر بیضاوی میں ہے الوسیلۃ ما تتوسلون بہ الی ثوابہ والزلفی منہ الخ غرضکہ وسیلہ کے معنے ہیں سبب اور

قرب حق اور نزدیکی تلاش کرنا۔ اور جو چیز بندہ کو خدا کے قریب کرے چھوٹے کا بزرگ تک پہونچنا۔[1]
اور یہ امر سوائے تقلید مجتہدین و بیعت مشائخین کے نہایت مشکل ہے۔ تقریر اوسکی یوں ہے کہ
جسقدر معاملات اور عبادات ہیں خواہ ظاہری خواہ باطنی اون سب کی صحت و حقیت موقوف ہے
علوم شرعیہ پر اور علوم شرعیہ کی تحقیق و تصدیق اور تنقید و تنقیح اور طریق تصفیہ و تزکیہ وغیرہ
یہ سب موقوف ہیں فی زمانہ موجودہ حضرت امامان دین و صالحین مشائخین پر۔ اگر ان کو چھوڑ کر کوئی
کام کرے تو اوسکا نتیجہ ظاہر ہے کہ خارج از اہلسنت ہوگا۔ کیونکہ آجکل یہی لوگ ہیں ذرائع اور اسباب
تحصیل طاعات و تکمیل عبادات اور ترک منکرات و منہیات کے پس ثابت ہوا کہ تقلید مجتہدین اور بیعت
صوفیا و صالحین واجب ہے۔ اور اس آیت میں وسیلہ کے معنے ایمان ہی نہیں کیونکہ پہلے خطاب
ہی اہل ایمان کو ہے۔ اور اعمال صالحہ بھی مراد نہیں کہ وہ خود تقوٰی میں داخل ہیں۔ اور جہاد بھی
مراد نہیں کہ جَاہِدُوْا علیحدہ موجود ہے پس واجب ہوئی تقلید مجتہدین و بیعت مشائخین اس آیت سے
چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی بذیل آیت فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لکھتے ہیں۔
کسانیکہ اطاعت آنہا بحکم خدا فرض است شش گروہ اند۔ از انجملہ مجتہدان شریعت و مشائخین طریقت
اور اسی آیت کی تائید اس دوسری آیت میں یوں ہے یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ
الصَّادِقِیْنَ یعنے اے ایماندار و بعد تقوٰی کے معیت اختیار کرو صادقین کی۔ اب معیت دیکھنا ہے
کہ معیت سے کیا مراد ہے۔ بظاہر معیت سے مراد یا محبت و صحبت ہے یا متابعت و تقلید ہے۔
اور سب دو کا نتیجہ یہی یا تقلید مجتہد ہے یا بیعت شیخ طریقت۔ تو خلاصہ یہ نکلا کہ تقلید مجتہدین و بیعت
صادقین واجب ہے۔ کیونکہ دونوں آیتوں میں صیغے کُوْنُوْا و اَبْتَغُوْا امر کے ہیں جو کہ اکثر وجوب
کے لئے آیا کرتے ہیں۔ اور جب معیت صادقین کی لازم ہوئی تو تمام صدیقوں کے سردار امام الصادقین

---

[1] تفسیر خازن میں ہے کہ ابتغوا کا اتو سلہ ای تقرب من قرابۃ او غیرہ الخ اور مدارک میں ہے جو کلمۃ یتوسل بہ۔ الخ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے جنکی ذات اقدس خیر البشر بعد الانبیاء کے لقب سے ملقب ہے
اور جو کہ مقتدا و پیشوا و امام اول ہیں طریقہ انیقہ نقشبندیہ کے رضی اللہ عنہم وعن جمیع المسلمین۔ اور
ایسا ہی احتیاط و تقویٰ کی بار بار تاکید ہے۔ اور مذہب حنفی میں زیادہ تر احتیاط و تقویٰ ہے۔ مثلاً
پانی کے متعلق عند الاختلاف جو پانی امام صاحب کے نزدیک پاک ہے وہ سب کے نزدیک پاک ہے۔
اور جو پانی اوروں کے نزدیک پاک ہے وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک نہیں۔ یا مثلاً
مسح سر کا کسی کے نزدیک آدھے سر کسی کے نزدیک ربع سر کسی کے نزدیک اور بھی کم مگر ہمارے
امام کے نزدیک سارے سر کا مسح ہے تاکہ شکوک سے نکل جاوے۔ یا مثلاً کسی عورت کا
خاوند آجاوے تو کسی امام کے نزدیک ساڑھے چار برس کسی کے نزدیک کم و زیادہ مگر ہمارے امام کے
نزدیک ۹۰ برس۔ ہمیں کوئی قباحت نہیں بخلاف دوسری صورتوں کے اونمیں کئی قباحتیں نکلتی ہیں عدالتوں
میں سینکڑوں مقدمات ایسے آئے جنہیں وہابیوں نے چار برس کے بعد عورت کو اجازت دیدی کہ تیرا خاوند مفقود
الخبر ہے نکاح کرلے۔ جب وہ حاملہ ہوئی یا دو تین بچے جنے تو پہلا خاوند آگیا۔ اب بولو وہ بچے زنا کے ہوئے
یا ولد الحلال ہوئے۔ اب اس عورت کو دو ٹکڑے کرینگے یا پہلے کو یا پچھلے کو ملیگی۔ بہرحال پہلی کی ہے اسکو
ملی مگر جسقدر زنا ہوتا رہا اوسکا وبال وہابیوں کی روحوں کو ملیگا۔ اسیطرح سب سے زیادہ تقویٰ و احتیاط
طریقہ صدیقیہ نقشبندیہ میں ہے۔ چنانچہ حقہ وغیرہ تک بھی منع کرتے ہیں عبادات میں ذکر خفی کو۔
(جو اولیٰ و احسن ہے) کرتے ہیں اگرچہ جہر بھی مشروع ہے اور اتباع سنت کو (جو باعث ترقی ایمان
و مدارج عالیہ کا ہے) اقدم و اسبق و احسن سمجھکر عمل میں لاتے ہیں پس جبکہ ثابت ہوگیا بات مبارکہ سے
کہ مذہب حنفی اور طریقہ نقشبندی میں سب سے زیادہ تقویٰ و احتیاط ہے تو غیر مقلدین کو خدا کی مار کیوں ہے کہ
ان دونوں سے اونکو زیادہ نفرت و عداوت اور بغض و حسد ہو معاذ اللہ۔ اللہم ثبتنا علیٰ مذہب ابی حنیفۃ
واحشرنا مع الصادقین والصالحین۔ آمین۔ آمین آمین۔

خاتمۃ الکتاب فی الخیر

اس خاتمہ میں دو امر کا فیصلہ ہے۔ ایک تو اماموں کے فرمان کی توجیہہ وتوضیح دوسرا غیر مقلد کے سوالات۔

سوال۔ اماماں دین نے باین الفاظ منع فرمایا ہے۔ اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ۔ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ۔ لاتقلدنی ولا مالکا۔ تو ان اقوال سے تقلید بالکل اُڑ گئی۔

الجواب۔ اسمیں ایک تو خبر رسول وارد ہے پھر ساتھ ہی اِذَا صَحَّ شرط اعظم ہے۔ اب یہ بات قابل غور ہے کہ خبر پیغمبر کے واسطے تصحیح وتحقیق وتصدیق کی از حد ضرورت ہے۔ اور یہ کام بڑے محدث ومجتہد کا ہے۔ پھر بعد از صحت کے اوسکو مادۂ ترجیح وتطبیق اور توجیہہ وتوفیق کا ہونا لازمی ہے تاکہ حدیثوں میں محاکمہ وموازنہ کر کے ایک جانب کو مرجح اور دوسری کو غیر مرجح ثابت کرے۔ اب ایمان سے کہو کہ یہ کسکا کام ہے۔ دوسرا یہ کہ چونکہ امام صاحب کی صحت پر کسی محدث کی تصحیح وتضعیف غالب نہیں کیونکہ آپکے وقت میں یا آپ سے پہلے کوئی محدث آپکے ہمسر نہ تھا نہ اب تک کوئی ہوا۔ اور یہ بھی غیر ممکن ہے کہ جس حدیث کی صحت امام صاحب کے نزدیک ثابت ہے اوسکو کوئی محدث ضعیف کرے اور جس حدیث کو امام صاحب نے صحیح ثابت کیا وہ محدثین کے قاعدہ سے ضعیف نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ امام صاحب اور صحابۂ کرام کے درمیان بالکل کوئی واسطہ نہیں ہے وجہ یہ کہ امام علی الاصح تابعی ہیں اور تابعی وصحابی میں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ البتہ جس محدث کا سلسلہ دور دراز ہوا اور اس محدث سے لیکر صحابہ کرام تک کئی اسناد اور واسطے ہوں تو بیشک راویوں پر جرح وستم چسپاں ہوگا جیساکہ بخاری ومسلم وغیرہ کے راویوں پر جو سیکڑوں تک ہیں ضعف وکذب وبدعت وبدعقیدہ ہونیکا الزام ثابت ہے۔ دیکھو شرح سفر السعادت وغیرہ۔ کیونکہ بخاری ہم صحابہ

کتنی اسنادہیں۔ اور علاوہ ازیں امام صاحب کے نزدیک صحت حدیث کا معیار نہایت ہی عمدہ اور مضبوط تہا (دیکھو تاریخ ابن خلدون) اسواسطے امام صاحب کے نزدیک بہت کم حدیثیں صحت کو پہونچی ہیں۔ اور باقی احادیث کو آپ نثر کا ساتہہ رکہتے تہے ورنہ اصول حدیث امام صاحب کا ایسا بہتر و معتبر تھا کہ سب محدث سرنگوں ہیں۔ اور یہ بات بہی قابل یاد رکہنے کے ہے کہ کثرت حدیث کا روایت کرنا کچہہ فضلیت کا موجب نہیں ہے۔ دیکہو بخاری وغیرہ کتب صحاح ستہ یا سوا اُنکے جسقدر کتب حدیث ہیں اون میں حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم سے بالکل ہی کم روایات ہیں اور علیٰ ہذا حضرت عثمان و علی و فاطمہ و حسین رضی اللہ عنہم سے بہت ہی کم حدیثیں مروی ہیں۔ بخلاف انکے حضرت عائشہ و ابوہریرہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بشمار کثرت سے حدیثیں مروی ہیں۔ تو پھر کیا کوئی عالم یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ حضرت صدیق اکبر سے افضل و اعلم ہیں۔ پس جسطرح ابوہریرہ حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق سے افضل نہیں ہو سکتے اسیطرح دیگر محدثین بہی حضرت امام صاحب سے اعلم و افضل نہیں بن سکتے۔ باقی رہا غیر مقلدین حاسدین یا دشمن دین کا یہ قول کہ حضرت امام العالم کو صرف ۱۷ حدیثیں یاد تہیں[1]۔ سو اسکا جواب بالفعل اتنا ہی کافی ہے کہ امام صاحب کے وقت میں آپکے مخالفین میں سے ۸ حدیثیں کسکو یاد تہیں۔ خیال کرو کہ جسوقت منصور بادشاہ نے آپکو بلا کر فرمایا کہ تو میری سلطنت کا قاضی بنجا جسپر امام صاحب نے انکار کیا۔ کیا بادشاہ منصور ایسا دیوانہ تہا کہ تمام سلطنت کے قاضیوں عالموں کو چہوڑکر ایسے شخص کو قاضی سلطنت بناتا ہے کہ جسکو صرف ۱۷ حدیثیں یاد تہیں۔ افسوس جاہلوں کے حسد پر۔ بلکہ ثابت ہوا کہ منصور کے اسقدر وسیع ملک میں اگرچہ ہزارہا علما و فضلا

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع میں ابن خلدون کی نسبت یوں لکہتے ہیں۔ "لم یکن ماہرا بالعلوم الشرعیۃ" یعنے ابن خلدون علوم شرعیہ کا ماہر نہ تھا اس سے ثابت ہوا کہ مورخ تہا۔ علاوہ ازیں ابن خلدون نے لفظ یقال لکہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون خود تو قائل نہیں بلکہ کسی مجہول روایت کا ناقل ہے۔

و محدث و مفسر ہونگے مگر امام صاحب کے علمی پایہ کا شخص کوئی نہ تہا اسواسطے تمام بادشاہت میں سے صرف ایک ہی امام صاحب کو منتخب کیا۔ پس اگر ۱۷ حدیثوں والا ہی قاضی بنانا منظور تہا تو معلوم ہوا کہ اوسوقت ۱۸ حدیثیں کسیکو یاد نہ تہیں (باقی دیکھو تاریخ ابن خطیب اور خیرات الحسان وغیرہ) پہر آجکل کے ابجد خواں جنکی تحصیل کا انتہا تقویۃ الایمان و تفسیر محمدی ہے۔ اگر کوئی مشکوۃ یا بلوغ المرام پڑہ گیا تو بس موٹا تازہ ڈبل مجتہد بنگیا۔ منکر تقلید امام ہو تو کیا ڈر ہے۔ نعوذ باللہ من الجاہلین آمین

تیسرا یہ کہ یہ بات بہی نہایت ہی غور طلب ہے کہ ایک شخص تابعین یا تبع تابعین سے ہو۔ اور علم ظاہر و باطن میں یکتا اور علم و عقل میں بے نظیر اور ورع و تقوی صلاحیت و شرافت میں بے مثل اور اجتہاد و رائے میں سب پر غالب اور مقتدا و ہادی بہی ایسا کہ کل امت محمدیہ اوسکی غلام پہر ایسا شخص اگر تو اضعاً و انکساراً یہ کہدے کہ جسوقت میرا تحقیق کردہ مسئلہ آیۃ و حدیث کے خلاف ہو تو قبل از فوراً میرے قول کو توڑ کر اوراپنی ٹوٹی پہوٹی ناقص عقل پر عمل کرلو۔ تو بولو کہ اس قول کا مخاطب بہی کیا ہر اردو خوان ہوگا جس نے تفسیر ثنائی کا پاس کیا ہو۔ یا زیادہ سے زیادہ نجات المؤمنین و پکی روٹی پڑہی ہو۔ حاشا و کلا ہرگز نہیں۔ بلکہ اسکے مخاطب صرف وہی ہیں جو آپکے معاصر و اہل عقل و فہم صاحب تقوی و احسان ہیں۔ سو اسکے مصداق سوائے آپکے تلامیذ اور شاگردوں کے اور کوئی نہ تہا۔ یہی وجہ ہے کہ صرف حاضرین ہی کو خطاب ہے۔ ورنہ یوں عبارت چاہئے تہی کل من سمع قولی فلیترک بخبر الرسول۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یوں ہے۔ اترکوا قولی۔

لطیفہ۔ حاسدین مخالفین اگرچہ آپکے نام پاک پر جلکر راکھ ہوجاتے ہیں۔ مگر پہر بہی شکر بجا لائیں کہ حضرت امام العالم کو صرف ۱۷ حدیثیں یاد تہیں زیادہ نہ تہیں کیونکہ ۱۷ حدیث کے حافظ کا یہ مرتبہ یہ عزت یہ قبولیت اور درجہ ہے کہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کل امت کے اولیا علماء صلحاء امراء سلاطین خاص و عام اہل اسلام غلام ہوگئے۔ اگر کہیں چہل حدیث یاد ہوتی تو وا بلی۔

رافضی تو در کنار شاید کفار کا وجود بھی نظر نہ آتا۔ ذالک خمس العشر۔

چوتھا یہ کہ مذہب حنفی عبارت ہے اقوال و ارشادات آئمہ ثلاثہ سے یعنی امام اعظم و صاحبین رضی اللہ عنہم سے۔ کیونکہ جسطرح افعال نبویہ و افعال خلفاء راشدین پر لفظ سنت بولا جاتا ہے اسیطرح امام صاحب و صاحبین کے اقوال پر مذہب حنفی بولا جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ جسطرح خلفاء راشدین[۱] نے خلاف فعل نبوی کوئی فعل نہیں کیا تو خلفاء کے افعال بھی شامل لفظ سنت ہو گئے۔ اسیطرح امام صاحب کے شاگردوں نے بھی انہی اصول پر بنیاد رکھی جو اصول امام صاحب بنا کر دے گئے تھے اسواسطے امام و صاحبین کی تصنیف و تحقیق ایک ہی سمجھی گئی۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رسالہ انصاف میں لکھتے ہیں

انما عد مذہب ابی حنیفۃ مع صاحبیہ مذہبا واحدا لعدم تجاوزہما الخ۔

یعنے امام صاحب و صاحبین کا مذہب ایک ہی مذہب سمجھا گیا ہے کیونکہ ہر سہ آئمہ کی تحقیق واحد ہے۔ شاگردوں نے کچھ بھی امام صاحب کے خلاف نہیں کیا۔ پس جبکہ آپکے شاگرد ابن رشید جو مجتہد فی المذہب تھے آپکے قدم بقدم چلے تو اور کون شخص ایسا ہے جو آپکے شاگردوں سے بڑھ جائے۔ امام بخاری خود تو شاگردوں کے شاگرد ہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقابل میں بخاری وغیرہ تو کچھ بھی نہیں۔ البتہ یوں کہنا بجا ہے کہ جو مسئلہ یا تحقیقات امام بخاری علیہ الرحمۃ کے موافق سے حضرت امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وہ زیادہ تر معتبر و قابل قبولیت ہے اور جو مجتہد یگانہ امام زمانہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے وہ غیر معتبر۔ پس معلوم ہوا کہ قول اترکوا قولی کے مصداق آپکے شاگرد یا مجتہد ہیں نہ کہ بخاری یا مسلم وغیرہ کیونکہ یہ حضرات مقلد اور صرف محدث تھے۔ پانچواں یہ کہ ہر ایک مجتہد کا سلسلہ علم کسی نہ کسی صحابی یا جماعت صحابہ تک پہنچتا ہے

---

[۱] چونکہ یہاں ذکر کل خلفاء راشدین میں بحث یا تصنیف کا ذکر کیا ورنہ کل صحابہ کے افعال اقوال پر لفظ سنت آتا ہے۔ اور کل صحابہ کے افعال ماتحت تھے خلفاء کے اسلئے کل ذکر ضروری نہیں ہے۔

اور نیز اہل کشف کا اسپر اجماع ہے کہ درحقیقت علوم الٰہی اور خزائن خفی و جلی کے وارث اصلی و مستحق اصلی تو حضرت
انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور بعد ازاں حضرات مجتہدین و مشائخین حقاً و ظلاً (چنانچہ غیر مقلدوں کے
امام مولوی اسماعیل مصنف تقویۃ الایمان اپنے رسالہ منصب امامت صفحہ ۸۱ مطبوعہ فاروقی میں کہتے
ہیں) پھر جو شخص زیادہ تر قریب الاقرب سے ہے (جیسا کہ مجتہدین بالخصوص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) وہ زیادہ تر
حقدار اور وارث ہے۔ اور جسطرح نبی معصوم ہے ابلاغ میں ویسا ہی مجتہد فی نفس الامر محفوظ ہے خطا
اور اسکا اجتہاد بھی قائم مقام نص شارع کے ہوتا ہے کیونکہ مجتہد لوگ بذریعہ کشف ہی اپنی خطا معاف
کرا لیتے ہیں۔ اسیواسطے حضرات مجتہدین قیامت کے روز انبیاء کرام علیہم السلام کی صفوں میں کھڑے
ہونگے نہ امتوں کی صفوں میں۔ جیسا کہ امام شعرانی مالکی اپنی میزان کبریٰ کے صفحہ ۵ و ۲۶ و ۲۷ و
۷۲ وغیرہ میں مفصل تحریر فرماتے ہیں اور اس مضمون بالا کی اسقدر یہ حدیث بھی مؤید ہے۔ عن الحسن
البصری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ اِذَا کَانَ الْغَالِبُ عَلٰی عَبْدِ
الاشتغال بی جعلت نعمتہ ولذتہ فی ذکری عشقنی وعشقتہ فرفعت الحجاب فیما بینی و
بینہ وصیرت بین عینیہ معالما لا یسہوا اذا سہی الناس اولئک کلامھم کلام الانبیاء
واولئک الابدال حقا الحدیث رواہ ابونعیم فی الحلیۃ یعنے خدا فرماتا ہے کہ جسوقت میرے بندہ
پر میرا ذکر غالب ہو جاتا ہے میں اپنی نعمت و لذت اپنے ذکر میں رکھدیتا ہوں پس وہ میرا عاشق ہوتا
ہے میں اسکا عاشق ہوتا ہوں پس میرے اور اسکے درمیان جو پردہ ہوتا ہے اٹھا دیتا ہوں اور اسکی
آنکھوں میں اسے معلوم تار کھتا ہوں کہ جسوقت عام لوگ غلطی کہاتے ہیں وہ غلطی نہیں کھاتا۔ یہی
لوگ تو وہ ہیں جنکی کلام کلام نبیوں کی ہے۔ انہی کو ابدال کہا جاتا ہے۔

پس ایسے ایسے بزرگوں اماموں کے قول کو غلط کہنا اور معمولی لوگوں کے پیرو ہو جانا صریح
ضلالت و بلاہت ہے۔ اور امام شعرانی میزان میں فرماتے ہیں قال الامام شیخ الاسلام زکریا

الانصاری وابایکم ان تبادروا الی الانکار علی قول مجتهد او تخطیة الخ یعنے خبردار کسی مجتہد کے قول پر انکار نہ کرنا یا نسبت خطا نہ کرنا۔ رد المحتار میں ہے ولا یخفی ان ذالک لمن کان اھلا للنظر فی النصوص ومعرفتہ محکمہا من منسوخہا الخ یعنے انزکوا قولی اُس شخص کے حق میں ہے جسکو علوم قرانی پر نظر وسیع ہو۔

پنجم۔ امام شعرانی فرماتے ہیں میزان میں فانی بحمد اللہ تتبعت مذھبہ فوجدتہ فی غایۃ الاحتیاط والورع لان الکلام صفۃ المتکلم وقد اجمع السلف والخلف علی کثرۃ ورع الامام وکثرۃ احتیاطاتہ فی الدین وخوفہ من اللہ تعالیٰ الخ وقال لما الفت کتاب ادلۃ المذاھب فلم اجد قولا من اقوالہ واقوال اتباعہ الا وھو مستند الی اٰیۃ او حدیث او اثر او الی مفھوم ذالک او حدیث ضعیف کثرت طرقہ الخ یعنے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب اور اُنکے شاگردوں کے اقوال کی نسبت میں نے بہت ہی جستجو کی تو پایا میں نے امام صاحب کے مذہب کو نہایت ہی احتیاط و پرہیزگاری میں خوب عمدہ اور اجماع کیا ہے تمام سلف وخلف نے امام صاحب کے کثرت احتیاط اور تقوٰی پر دین میں۔ اور اُنکے اقوال کو میں نے نہیں پایا مگر یاوہ مستند ہے ساتھ آیت کے یا حدیث کے یا اثر صحابی کے یا کسی ایسی حدیث ضعیف کے جو کثرت طرق سے مروی ہو۔[1] اور جس وقت خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام صاحب کیطرف لکھا کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ تم حدیث پر قیاس کو غالب رکھتے ہو تو آپ نے جواب میں لکھا لیس الامر کما بلغک یا امیر المؤمنین انما اعمل ولا بکتاب اللہ ثم بسنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم اقیضہ بابی بکر وعمر وعثمان وعلی ثم اقضیہ بقیۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم ثم اقیس بعد ذالک اذا اختلفوا یعنے ایسا نہیں بلکہ میں پہلے قران سے پھر حدیث سے پھر

---

[1] انہ کان یقول ضعیف الحدیث احب الی من آراء الرجال (جواہر منیفہ)۔

خلفاء اربعہ کے اقوال سے پھر دیگر صحابہ کرام کے اقوال سے فیصلہ کرتا ہوں اگر ان سب میں سے
نہ ملے تو قیاس کرتا ہوں۔ کما فی المیزان وغیرہ۔ اب ایسا شخص جب بادشاہ کو اس قسم کا جواب
صاف لکھے تو پھر بادشاہ نے یہ نہ کہا کہ فلاں فلاں مسئلہ تمہارا فلاں فلاں حدیث کے خلاف ہے
یا اُس سلطنت کے علماء نے بادشاہ کو یہ نہ کہا کہ اس امام سے پوچھو کہ فلاں مسئلہ جو مخالف حدیث
ہے اسکا ثبوت کہاں اور کس حدیث میں ہے پس ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسئلہ آپکا خلاف حدیث
وقرآن ہوتا تو ضرور بادشاہ وقت یا علماء[۵۱] وقت آپ کو فوراً گرفت کرتے خصوصاً جبکہ بادشاہ آپکا
دشمن بھی ہو۔ تو معلوم ہوا کہ آپکا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف نہیں پس جبکہ آپکا کوئی مسئلہ
بھی آپ کے وقت میں غلط وخلاف ثابت نہ ہوا تو اسوقت کون احمق ہے انکی غلطیاں نکال سکتا ہے
اب نتیجہ یہ نکلا کہ اُنکو قولی محض تواضعاً فرما دیا ہے جیسا کہ بزرگوں کا دستور ہے۔

ششم۔ یہ کہ جنکو اس قول پر عمل در آمد کرنیکی لیاقت وطاقت نہی اور جن کو اجتہاد کا ملکہ و
تفقہ کا مادہ خدا نے عنایت فرمایا تھا اُنہوں نے بھی مطلقاً مخالفت نہ کی۔ چنانچہ حضرت امام وقت
قاضی القضاۃ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں ماخالفتہ فی شیءٍ قط فتدبرتہ الا رأیت مذهبه
الذی ذهب الیه انجی فی الاٰخرة وکنتُ ربما ملتُ الی الحدیث فکان هو ابصر بالحدیث
الصحیح کما فی رد المحتار وغیرہ۔ وقال ابو یوسفؒ ما رأیت اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفة

---

[۵۱] بلکہ امام شعرانی یہ ایک عجیب واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔ جاء سفیان الثوری ومقاتل بن حیان وحماد بن سلمة وجعفر الصادق وغیرهم من الفقهاء الی ابی حنیفة فقالوا انت سید العلماء فاعف عنا عن وقیعتنا فیك من غیر علم فقال غفر الله لنا ولکم اجمعین (میزان) یعنے ایک روز حضرت سفیان ومقاتل وحماد وجعفر رضی اللہ عنہم امام صاحب کیخدمت میں تشریف لائے اور کہا کہ اے شخص تو تمام علمائے وقت کا سردار ہے جو کچھ آپ کی نسبت ہم سے کوئی لغزش واقع ہوئی ہے آپ ہمکو معاف کریں۔ آپنے جواب دیا کہ خدا ہمکو اور تمکو بخشدے۔

اب خیال فرماویں کہ کیا یہ اُس شخص کا مرتبہ ہے جسکو ۱۷ حدیثیں یاد تھیں۔ حاشا وکلا۔ پس معلوم ہوا کہ آپ جو وقت میں سردار تھے تو بعد ان کے کون شخص اُن سے اعلم وافقہ ہوگا۔ ۱۲

وکان البصر الحدیث کما فی خیرات الحسان یعنے کبھی جب میں نے امام صاحب کے ساتھ کسی مسئلہ میں کچھ خلاف کیا تو فوراً غور وخوض کے بعد معلوم ہوا کہ امام صاحب کے مذہب میں زیادہ وجہ نجات حاصل ہے۔ اور میں نے کسیکو زیادہ عالم بالحدیث اور صاحب بصیرت فی الحدیث امام صاحب سے بڑھکر نہیں دیکھا۔ امام شعرانی صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہیں ونقل عن اصحاب ابی حنیفۃ کابی یوسف ومحمد وزفر والحسن انھم کانوا یقولون ما قلت قولا فی مسئلۃ الا وھو روایتنا عن ابی حنیفۃ واقسموا علی ذلک ایمانا مغلظۃ یعنے ہمارا (شاگردوں کا) کوئی قول کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو امام صاحب کے خلاف کہا ہو بلکہ وہ ہمارا قول بھی امام سے ہی مروی ہے یہ بیان اصحاب ابو حنیفہ کے حلفاً کہتے تھے۔ کذا قال السید العلامۃ ابن عابدین فی رد المحتار عن حاوی وقدسی وغیرھما۔

ہفتم۔ یہ کہ بڑے بڑے آئمہ کرام وعلمائے عظام باوجود اہل کشف وذی مراتب وذی فہم ہونیکے بھی مقلد ہی رہے۔ اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب پر جانا نہایت برا سمجھتے رہے جیساکہ حضرت امام ربانی غوث صمدانی محی السنۃ قامع البدعۃ جناب شیخ احمد صاحب فاروقی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ جنکے مکتوب شریف پر مخالفین کا ایمان بھی ہے۔ اپنے مکتوب نمبر ۳۱۲ جلد اول میں لکھتے ہیں۔ "ما مقلدان را نمی رسد کہ بمقتضائے حدیث عمل نمودہ جرأت در اشارہ نمائیم واگر کسے گوید کہ ما علم بخلاف دلیل آں داریم۔ گوئیم کہ علم مقلد در اثبات حل وحرمت معتبر نیست دریں باب ظن مجتہد معتبر است۔ احادیث را ایں اکابر بواسطۂ قرب ووفور علم وحصول ورع وتقوی از ما دور افتادہ بہتر میدانستند وصحت وسقم ونسخ وعدم نسخ آنہارا بیشتر از ما میشناختند آنچہ از امام اعظم رضی اللہ عنہ مروی است کہ اگر حدیثے مخالف قول من بیابید بر حدیث عمل نمائید مراد ازاں حدیثے است کہ بحضرت امام نہ رسیدہ باشد وبنا بر عدم علم ایں حدیث حکم بخلاف آں فرمودہ است واحادیث تنا م

سبابہ از یں قبیل نیست۔ یعنے تشہد میں انگلی اُٹھانا اگر کسی حدیث سے ثابت بھی ہو تو پھر بھی ہم مقلدوں کو یہ طاقت وجرأت نہیں کہ تقلید کو ترک کرکے حدیث پر عمل کریں۔ یعنے تشہد میں انگلی اُٹھانا جائز نہیں۔ افسوس ہے غیر مقلد و نیز جو کہ آپ کے مکتوب شریف کو پیش کرکے کہتے ہیں کہ آپ نے مولود شریف منع فرمایا ہے۔ حالانکہ آپ نے ہرگز منع نہیں فرمایا اور اس مکتوب میں صاف رفع سبابہ سے منع فرمایا ہے تو اسپر کوئی غیر مقلد عمل نہیں کرتا۔ یہی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات شریف جلد ثانی میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ برکت ورع وتقویٰ ودولت متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد یافتہ است کہ دیگراں درفہم او عاجز اند واورا اصحاب الرأی پندارند کل ذالك لعدم الوصول الی حقیقۃ علمه ودرایته وعدم الاطلاع علی فهمه ودراسته بے شائبہ گفتہ شود کہ نورانیت مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم مینماید وسائر مذاہب حیاض وجداول نظرمے آید۔ نافصان چند احادیث را یاد گرفتہ اند واحکام شرعیہ را دراں منحصر ساختہ ماورا معلوم خود را نفی مینمائید ؎ چو آں کرمیکہ در سنگے نہاں است ؂ زمین وآسمان وے ہماں است۔ الخ۔

غرضکہ امام ربانی صاحب کے نزدیک حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب اماموں اور محدثوں سے بڑھکر ہے۔ پس ایسے شخص کا فرمانا کہ میرے قول کو بمقابلہ حدیث ترک کرو۔ کیا اسکا مخاطب وہ شخص ہے جو جامع علوم ظاہری وباطنی ہو یا کہ دیہاتی ترجمہ خوان یا زینت الاسلام کا عالم یا کوئی محدث جدید بلوغ المرام کا حافظ۔ العیاذ باللہ۔

ہشتم۔ اگر کوئی مجتہد فی المذہب بوقت ضرورت بفحوائے الضرورۃ تبیح المحظورات کسی مسئلہ میں خلاف امام کا کرے تو وہاں پر یہ ضرور نہیں کہ حق پر وہی شخص ہے جو خلاف کرے بلکہ یہ زیادہ احتمال ہے کہ امام حق پر ہو۔ اور یہ شخص خلاف حق پر ہو۔ پھر بالفرض اگر یہ بھی تو ایک آدھ شخص کا

ایک دو مسئلہ میں خلاف کرنا وجوب تقلید کو منافی نہیں۔ نہ ایسا شخص اپنے آپ کو غیر مقلد کہلائیگا بلکہ مقلد ہی کہلائیگا اور ایک دو مسئلہ میں خطا مجتہد سے ممکن الوقوع ہے مگر یہ بھی نہ ہوگا کہ آجکل کے محدث مشکوٰتی (دبیلم) اٹھکر ہر ایک امام کو خاطی وناسی بیان کریں اور اپنی تقلید میں لوگوں کو بے دین بنادیں۔ چنانچہ محی الدین نومسلم لاہوری اور دیگر اُنکے ہم مشرب بڑے بڑی جدوجہد سے تمام لوگوں کے کان میں یہ ٹپکا دیا کہ اگر تمام دنیا میں کوئی مذہب سراسر غلط وبے ثبوت ہے تو وہ مذہب حنفی ہے۔ اگر کوئی شخص اَنّ جان ہے تو ابو حنیفہ ہے (نعوذ باللہ منہم) اسمیں شک نہیں کہ امام صاحب کے دشمن تو آپ کے وقت میں بھی بہت دہریہ جلادجی وغیرہ تھے۔ اب بھی ہوں تو تعجب نہیں کیونکہ سلطنت انگلشیہ میں تو گمراہ وملحد وزندیق ومرتد لوگ زیادہ خوش ہیں بہ نسبت مسلمانوں کے۔ غرضکہ اگر کسی مسئلہ میں کسی مجتہد فی المذہب نے تقلید کو علیحدہ کرلیا تو یہ بوجہ ضرورت جائز ہے اور اسکی اجازت قرآن مجید میں بھی ہے[1] فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ مگر اس ضرورت کو وہ شخص محسوس کرسکتا ہے جو اجتہاد کے درجہ پر فائز ہو نہ بخاری ومسلم جیسے اور لطف یہ کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تحقیقات کو کسی نے غلط نہیں کہا۔ اِن تنانۂ کسی حاسد ومتعصب نے کہا ہو تو تعجب نہیں ہے۔

نمبر ۱۳ مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی جو کہ غیر مقلدوں اور مقلدوں میں مشترک الخیال ہیں خصوصاً غیر مقلدین اُنکے قول کو نہایت ہی قوی ومعتبر جانتے ہیں اسلئے صرف اثر کو قولی کے متعلق جو اُنکا قول ہے وہ عرض کرتا ہوں تاکہ غیر مقلدین اگر ہمارے قول کو حسداً وعناداً نہیں مانتے

---

[1] اب اگر کسی حرام چیز کو اس آیت کے مطابق ایک وقت میں جائز کیا تو کیا پہلی آیات جو حرمت اشیاء پر دال ہیں وہ ٹوٹ گئے ہیں یا بیکار ہوگئی ہیں۔ یا وہ حکم غلط ہوگیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسیطرح ایک وقت میں اگر کسی مجتہد فی المذہب نے امام کے خلاف عمل کیا تو کیا وجوب تقلید کو مانع ومنافی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ۱۲

تو اُسکے قول کو تو ضرور ہی تسلیم کرینگے وہ یہ ہے۔ رسالہ سبیل الرشاد صفحہ ۲۷۔ ہمارے قول کو بوجہ مخالفت
حدیث کے ترک کرو اور اس قول سے غیر مقلدین ردّ تقلید پر دلیل پکڑتے ہیں۔ تو واضح ہو کہ یہ نہایت
ہی کم فہمی ہے اُن لوگوں کی کیونکہ اول بندہ لکھ چکا ہے کہ جو قیاس مخالف جملہ نصوص ہو وہ بالاتفاق
فاسد ہے تمام علمار کے نزدیک پس آئمہ علیہم الرحمۃ نے اپنے اپنے تلامذہ (شاگردوں) کو جو
بڑے بڑے عالم متبحر و محدث کامل تھے فرمایا تھا کہ اگر تمکو ہمارے قیاس کا فساد نصوص سے
معلوم ہو جائے تو اُسکو ردّ کر دینا ہمارا ادب و خیال کچھ نہ رکھنا تو یہ وجہ ہے کہ مجتہد سے خطا بھی
ہو جاتی ہے اگر بعد سعی و جِد و جہد کے خطا بھی ہو گئی ہو تو پھر بھی اُسکو ایک اجر ملتا ہے چنانچہ
حدیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے اور مجتہد سے خطا بھی اسیطرح ہوتی ہے ورنہ معاذ اللہ جانکر
کون متدین خلاف کہتا ہے پس اگر خطا تحقیق سے معلوم ہو جائے تو اُسکو ردّ کرنا ضروری ہے۔
پس اُنکے اس قول سے بھی ثابت ہوا کہ جس قول میں ہماری خطا معلوم ہو جائے تو اُسکی تقلید
مت کرو اور جسمیں خطا ثابت نہ ہو اُسکی تقلید ضروری ہے کیونکہ وہ عین حکم الٰہی ہے عند المجتہد اور
عند المقلد مگر یہ تو نہیں فرمایا کہ کسی ایک عالم نے بھی اگرچہ ہمارا قول ایک دو حدیث کے موافق ہو اور
ایک حدیث کے مخالف ہو جب بھی ترک کر دینا۔ کیونکہ یہ تو ہرگز حلال نہیں اسواسطے کہ مجتہد وقت
اختلاف کی کسی وجہ ترجیح سے ایک جانب کو مرجح کر کے حکم دیتا ہے پس اسوقت ایک حدیث کو
کسی وجہ سے مرجح کر کے اُسکے موافق فرمایا تو اُسکا ردّ کرنا عین حدیث کا ردّ کرنا ہے اور یہ کسی
متدین کے نزدیک حلال نہیں پس ان لوگوں کا اس قول سے کیا مطلب حاصل ہوتا ہے اسواسطے
کہ اقوال مفتیٰ بہا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مثلاً یا دیگر آئمہ علیہم الرحمۃ کے سب اقوال ایسے
ہی ہیں کہ اگر ایک حدیث کے مخالف بظاہر ہیں تو دوسری نص کے مطابق ہیں۔ تو کسی کو کب
گنجائش ہے کہ اُسکا ردّ کرے کیونکہ اُسکا ردّ کرنا تو عین قول اللہ یا قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا

رد کرنا ہے۔ لہذا یہ لوگ (غیر مقلد) محض کم فہمی کی بات کرتے ہیں نہ ان کو سلیقہ ترجیح کا نہ ان کو نظر جملہ
نصوص پر محض سنی سنائی احادیث یا ترجمہ مشکوٰۃ کو دیکھکر عامل بالحدیث ہوگئے تو ایسے جہاں کو تو اپنے
اقوال رد کرنے کی اجازت انہوں نے نہیں دی تھی کہ (۱) نہ تمیز ناسخ و منسوخ کی رکھتے ہیں (۲) نہ
صحیح و سقیم کی (۳) نہ وجہ مخالفت کی خبر (۴) نہ وجوہ ترجیحات سے مطلع (۵) نہ وجوہ دلالات سے واقف
(۶) نہ علل نص سے آشنا (۷) نہ محاورات کلام عرب کے فہم کا حوصلہ (۸) نہ جملہ مرویات کا احاطہ (۹) نہ فہم
کتاب و حدیث کا سلیقہ جو عمل بالحدیث کے واسطے ضروری ہے کہ بدوں اسکے تقلید واجب ہے کسی عالم کی
پس قیامت ہے کہ ایسے نااہل آئمہ کے قول کو اپنے فہم سے ترک کر کے عامل بالحدیث ہوں ایسی حالت
میں تو خود قرآن و حدیث کے ہی وہ راد و مکذب ہیں (یعنے غیر مقلد) اور عنا د آئمہ اور اپنے اجتہاد
ناصواب کے زعم میں اپنے ایمان ہی کو (غیر مقلدین) سلام کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب
کے کلام سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ الحاصل یہ فرمانا آئمہ کا اپنے وقت کے علماء متبحرین ماہرین
کو تھا یا بعد کے بھی علماء کو مگر انہی کو جو احاطہ اخبار اور درجہ اجتہاد و ترجیح رکھتے ہیں نہ جہلاء کو
کہ علم و فہم سے عاری ہوں سو اس قول (اترکوا قولی) کو عدم تقلید پر حجت لانا کمال سفاہت ہے
بلکہ یہ تو حکم تقلید کا ہی فرمایا تھا کہ ہمارے اقوال کی ہی تقلید کرنا کیونکہ ہم نے عین نصوص کا ہی مطلب
ظاہر کیا ہے مگر اہل اجتہاد عالم کو اگر خطا ہماری معلوم ہو جاوے تو اسکی تقلید نہ کرنا نہ یہ کہ جہلاء بھی
اپنے فہم ناصواب سے زبان دراز کریں۔ پھر وہ کونسا مسئلہ ہے کہ اسپر نص سے کوئی صراحت دلالت
اشارت نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ بلکہ سب مسائل پر علماء مقلدین نے بحث و کلام کر کے محقق فرمایا ہے
اگرچہ جہلاء کو خبر نہیں۔ بہر حال اس قول (اترکوا قولی) سے تقلید رد نہیں ہوتی۔ بلکہ اثبات ہوتا ہے
خدا تعالیٰ ایسے کم فہموں کو ہدایت فرمائے۔ الحاصل تقلید مطلق جو شخصی و غیر شخصی دونوں کو شامل ہے
کتاب و سنت سے ثابت ہوئی اور یہیں کتاب و سنت میں حکم نہیں فرمایا کہ عالم سے سوال کا جواب

بلا دلیل قبول و معمول نہ کرے اور اسپر صحابہ علیہم الرضوان کے عہد میں عمدر آمد رہا کہ سائل نے سوال کیا اور اُسکا جواب حسب حال مسائل کے با دلیل یا بلا دلیل دیا گیا اور سائل نے اسپر عمل کیا۔ حجۃ اللہ البالغہ میں شیخ الشیوخ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی فرماتے ہیں وکان ابن عباس بعد عصر الاولین ناقضھم فی کثیر من الاحکام واتبعہ فی ذالک اصحابہ من اھل المکۃ ولم یاخذ بما تفرد جمہور اھل الاسلام۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب مکہ معظمہ میں اقامت فرمائی تو بہت سے مسائل میں دیگر بعض صحابہ سے خلاف فرمایا اور اُنکے فتاوی کو اہل مکہ نے قبول کرکے عمل کیا تو محل خلاف صحابہ میں ایک ابن عباس کے قول پر عمل کرنا نہ دیگر اقوال پر۔ یہی تقلید شخصی ہے کہ محل اختلاف میں فقط ابن عباس کے قول کو معمول بہ رکھا اور یہی شاہ صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ ثم انھم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدی ناحیۃ من النواحی وکثرت الوقائع ودارت المسائل فاستفتوا فیھا فاجاب کل واحد حسب ما حفظہ او استنبطہ وان لم یجد فیما حفظ او استنبط ما یصلح للجواب اجتھد برأیہ الخ۔ اس عبارت سے بھی واضح ہوا کہ صحابہ نے جس موضع میں اقامت فرمائی اور کثرت وقائع میں سوال اُن سے کیا گیا تو محفوظ یا مستنبط سے جواب دیا گیا ورنہ اپنے اجتہاد سے حکم دیا گیا تو جوابات اجتہادیہ و مستنبطہ کا فرمانا اور سائل کا قبول کرنا تقلید ہے اور اُس ہی صحابی مقیم بلد سے سب اپنے وقائع کا پوچھنا اور قانع ہونا تقلید شخصی ہے اور فرماتے ہیں وکان ابراھیم واصحابہ یرون ان ابن مسعود واصحابہ اثبت الناس فی الفقہ کما قال علقمۃ لمسروق ھل احد منھم اثبت من عبد اللہ۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ابراہیم و اصحاب اُنکے عبداللہ بن مسعود اور اُنکے اصحاب کو محل اختلاف میں مرجح جانتے تھے اور اُنکی فقہ کے مقابل دوسرے کو نہ مانتے تھے۔ یہ تقلید شخصی نہیں تو کیا ہے کہ ایک

عالم کو اعلم اور فقیہہ جانکر اسکے مقابلہ میں دوسرے کے حکم کو معمول نہ کرے جیسا حنفیہ کرام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اور شوافع حضرت شافعی علیہ الرحمۃ کو مثلاً جانتے ہیں اور یہ بھی کتب احادیث سے واضح ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نقل حدیث سے بہت احتیاط و اجتناب کرتے تھے مگر بحکم من سئل عن علمہ ثم کتمہ الجم یوم القیمۃ بلجام من النار الحدیث جواب مسئلہ سے نہ انکار کرتے تھے تو بالضرور جواب انکے محض بعد سوال ہوتے تھے بلا دلیل جسکو تقلید کہتے ہیں اور بیان یا حجت نہیں ہوتے تھے اکثر کیونکہ نقل حدیث سے وہ خود بھی ڈرتے تھے سنن ابن ماجہ میں منقول ہے عن عمرو ابن میمون قال ما اخطائی ابن مسعود عشیۃ خمس لا اتیۃ فیہ قال فما سمعتہ یقول لشیٔ قط قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث۔ اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے کہ فرمایا کبرنا ونسینا والحدیث عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اسیطرح شدید اور شعبی فرماتے ہیں جالست ابن عمر سنۃ فما سمعتہ یحدث عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شیئاً الحدیث ان احادیث سے صحابہ کا فتوی دینا واقعات میں اور نہ نقل کرنا احادیث کی روایات کو ہر جواب میں جب معلوم ہوگیا تو اب تقلید صحابہ کی قول کی کرنا اور صحابہ کا اُسکو جائز رکھنا اور ہر اک بلد کا اپنے اپنے صحابی مقیم بلد سے ہی پوچھکر قناعت کرنا اگر تقلید شخصی نہیں تو کوئی عاقل کہے کہ کیا ہے۔ پھر تقلید شخصی خیر القرون میں ہونیکے نہ معلوم کہ جہال زمانہ کے نزدیک کیا معنے ہونگے۔ مگر ہاں اُسوقت میں جیسے شخصی جاری تھی ویسے غیر شخصی بھی معمول تھی اسکا انکار کوئی نہیں کرسکتا کہ وہ زمانہ خیر و صلاح کا تھا اور ہوائے نفس سے وہ قرون خالی تھے۔ اس غیر شخصی سے کوئی فساد نہ تھا اور نہ اندیشہ فساد تھا اور بہ سبب ہر دو نوع تقلید کے مامور من اللہ ہونیکے ایک کو دوسرے سے جانا جاتا تھا کسیکو کسی پر اعتراض نہ تھا پھر بعد اسکے طبقہ تابعین و تبع تابعین میں قیاس و اجتہاد کا زور تھا۔

خود روز روشن کی طرح سبکو معلوم ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔ علی التحقیق اور
آنکی ولادت ۸۰ھ ہجری میں اور انتقال ایک سو پچاس میں ہوا۔ اس اثنا میں آنکے استنباطات
اور ہزار ہا آدمی کا اقتدار آنکے مسائل کا معلوم ہر خاص و عام کو ہے اور امام مالک صاحب ۹۰ھ
میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں انتقال فرمایا۔ اس عرصہ میں آنکے اجتہاد کا چرچا ہزار ہا لوگوں نے
آنکی تقلید کی اور امام شافعی علیہ الرحمۃ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔
اس عرصہ میں آنکی تقلید بھی ہزار ہا لوگوں نے کی اور امام احمد صاحب ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے
اور ۲۴۱ھ میں انتقال فرمایا۔ آنکی تقلید بھی ہزار ہا آدمیوں نے کی۔ اور سوائے اسکے امام سفیان
ثوری و ابن ابی لیلیٰ و اوزاعی وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین بھی مجتہد ہوئے اور ہزار ہا آدمی آنکے مقلد
ہو گئے۔ مگر بالآخر سب مذاہب مندرس ہو کر یہ چار مذہب عالم میں شائع ہوئے اور آجتک جاری
ہیں اور کروڑوں علماء و فقہاء و محدثین آنکی تقلید کرتے تھے۔ پس ہر کور بصیرت پر روشن ہو گیا
ہے کہ خیر القرون میں تقلید شخصی و غیر شخصی دونوں بلا شک جاری رہیں اور صحابہ و تابعین و تبع
تابعین کے طبقات میں کسی نے شخصی کو حرام و شرک یا مکروہ یا بدعت نہیں کہا اور کیونکر ہو سکتا ہے
کہ جس امر کو کتاب و سنت فرض و واجب فرماوے آسکو کوئی اہل حق رد کرے یہ کام بددین
جاہل کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اور شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اعلم ان الناس کانوا
قبل المأئة الرابعة غير مجتمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه الخ
تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقلید بھی تھی اور ایک مذہب کی تقلید کو بھی جائز و معمول کرتے
تھے۔ معہذا دوسرے مذہب والے سے بھی مسئلہ دریافت کر لیتے تھے کہ ہر دو قسم کے جائز
و معمول رکھتے تھے۔ اس عبارت سے عدم جواز تقلید شخصی کا ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا۔

؎ دیکھو تاریخ ابن خلکان اور تاریخ خطیب بغدادی اور تذکرۃ الحفاظ و طبقات دارقطنی وغیرہم۔ ۱۲

معہذا ہم کہتے ہیں کہ اگر غیر شخصی کا عملدرآمد ہو بھی تو اُن کے نزدیک عدم جواز شخصی کہاں سے ثابت ہو سکتا ہے۔ بہرحال چونکہ وہ زمانہ خیر کا تھا اور نفوس اُسوقت کے مسلمانوں کے ہوائے نفسانی اور اعجاب برائیہ سے مزکی تھے تو غیر شخصی پر عملدرآمد کرنے سے کوئی حرج نہ تھا اور علما کی کثرت ہر جگہ تھی اور عوام کے بھی معلومات اُسوقت اکثر علمائے سے زیادہ تھے لہذا وہ چنداں محتاج تقلید نہ تھے۔ بلکہ اپنے آبا ؤ اجداد سے اکثر مسائل سمجھے بوجھے ہوتے تھے اور شیوع مجتہدات مسائل کا بھی اسقدر نہ تھا جسقدر اب ہے تو ایسی حالت میں اگر اجتماع جملہ عوام وخواص کا ایک مذہب پر نہ ہوا تو کچھ حرج نہیں لاتا اور نہ اندیشہ فساد وفتنہ ونزاع تھا معہذا سہولیت حصول جواب بھی ہر اک مفتی سے دریافت کرنے میں تھی اور شخصی سے کچھ انکار بھی نہ تھا کہ ہر دو نوع تقلید پر عمل برابر جانا جاتا تھا اور باوجود اسکے عند الاختلاف اعلم وافقہ کیطرف توجہ زیادہ ہوتی تھی۔ پس اس کلام سے عدم جواز شخصی کا ہرگز مفہوم نہیں ہوتا حالانکہ خود شاہ صاحب اس و پیش اس کلام کی تقلید شخصی کا اثبات اور اسکے متضمن مصالح ہونیکے مصرح ہوتے ہیں۔ پس اس سے عدم جواز تقلید شخصی کا سمجھنا نہایت ہی بلاہت ہے۔ الغرض بعد ثبوت اس امر کے کہ یہ مسئلہ لینا امام کا خلاف کتاب وسنت ہے ترک کرنا ہر مومن کو لازم ہے۔ اور کوئی حامی بعد وضوح اس امر کے اسکا منکر نہیں مگر عوام کو یہ تحقیق ہی کیونکر ہو سکتا ہے سوائے اسکے کہ اپنے جہل پر اعتماد کرکے ترجمہ دیکھکر عالم بنکر معترض ہو یا کسی عالم زمانہ سے جسکو معتبر جانتا ہے سنکر جان لیوے تو پھر یہ وہی تقلید ہو گئی جسکو بزعم خود شرک جانتا ہے۔ پس خلاصہ جواب یہ کہ ہر دو نوع تقلید کتاب وسنت وفعل صحابہ سے وتبع تابعین سے ثابت ہے اور بدون ہوائے نفسانی کے خاص کر لوجہ اللہ تعالیٰ خواص کو عمل ہر دو پر درست ہے۔ اور عوام اہل حجاب (غیر مجتہد) پر غیر شخصی موجب اُنکے اضلال کا ہے بسبب اُنکے فساد طینت کے نہ فی حد ذاتہ کہ وہ مامور ہے لہذا شخصی

کا ارتکاب اولیٰ ہے اور مصالح عدیدہ پر مشتمل ہے اور طعن کرنا تقلید مطلق یا نوع شخصی پر جہل وضلال ہے۔ انتہی بقدر الحاجۃ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ تقلید شخصی کے وجوب پر جسقدر آیات کریمہ و احادیث نبویہ سے امداد ملی یہ محض فضل ربی و عنایت ایزدی کا ہی کام ہے جسقدر اہل عقل و ارباب خرد کے واسطے ضروری دلائل تھے وہ ہم نے باترتیب بیان کردیئے ہیں اور ادلہ شرعیہ کے ضمن میں اقوال علماء متقدمین و سلف صالحین بھی بقدر ضرورت لکھے گئے۔ تاکہ آیات و احادیث مذکورہ کی بخوبی تشریح و توضیح ہوجاوے۔ اب بھی اگر کوئی کور باطن جاہل مرکب ضد سے باز نہ آوے اور تقلید کو ترک ہی کرتا چلا جائے اور کسی کی نہ سنے نہ سمجھے تو ایسے شخص کو دشمن دین دشمن حق دشمن اہل اسلام سمجھکر اس سے کنارہ کش ہوجاؤ۔ نہ اسکو سچا مسلمان جانو نہ اسکے پیچھے نماز پڑھو۔ نہ اسکو اپنا پیشوا بناؤ۔ ہاں اگر تم بھی نیم حنفی یا منافق ہو تو اس سے ملو۔ اب ہماری نیت ہے کہ بعض جہال بعلم کے اعتراضات کا جواب دیا جائے تاکہ مخالفین اہلسنت والجماعت کے دلوں میں حسرت و ارمان نہ رہجاوے۔

سوال۔ خدا فرماتا ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰہِ یعنے خدا کے سوا کوئی حاکم نہیں پس تقلید امام کی اڑگئی۔

جواب۔ اللہ کی قید سے تو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی باہر نہیں تو آپکے خیال سے حضرتؐ کی تقلید بھی اڑگئی۔

سوال۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ یعنے یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء و صوفیوں کو اپنا رب پکڑلیا ہے۔ اور ابن عدی نے کہا کہ ہم تو خدا نہیں پکڑتے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم انکے حلال کردہ کو حلال اور انکے حرام کردہ کو حرام نہیں جانتے؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں آپنے فرمایا یہی رب پکڑنا ہے۔ مسلمان بھی اماموں کے

حلال وحرام کو حلال حرام جانتے ہیں لہذا تقلید ترک ہے۔

جواب۔ اس آیت کے متعلق بڑی بڑی غیر مقلدوں کے گورو گنٹھال غلطیاں کھا چکے ہیں۔ مثلاً نذیر حسین دہلوی و محمد سعید بناری و فاضل پنجابی و بھوپالی وغیرہ۔ کیونکہ امام صاحب کے ساتھ عداوت اُنکے نزدیک عبادت سے بڑھکر ہے اسواسطے وہ غلطیاں کھاتے گئے۔ واضح رہے کہ اہل اسلام نے اماماں دین کو صرف مبلغ احکام و مبین اسرار و دقایق دینیہ سمجھکر اپنا امام بنایا ہے اور یہود و نصاریٰ کے پیشوا انکو حلال وحرام[ف] اپنی طرف سے مقرر کرتے تھے اور اپنی طرف سے کسی چیز کا حلال یا حرام مقرر کرنا کفر ہے۔ لہذا اُنکے پیشواؤں کو کافر ارشد کہا گیا ہے۔ یہی معنے ہیں رب پکڑنے کے۔ اب غیر مقلدین سے کوئی پوچھے کہ کیا اماماں دین نے اپنی طرف سے حلال و حرام مقرر کئے ہیں۔ اگر اپنی طرف سے حلال وحرام کئے ہیں تو گویا غیر مقلدوں کے نزدیک سب اماماں دین (نعوذ باللہ من ذالک) کافر ہوئے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ آیت بار بار پیش کرتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو غیر مقلدوں کو مسلمان کہنا بھی کسی مسلمان کا کام نہ ہوگا۔ پھر مشکل زیادہ یہ پڑے گی کہ اخبار کہتے ہیں مولوی کو نواب جاہل بعلم غیر مقلدین جب کسی چیز کو حلال یا حرام کہینگے تو کسی نہ کسی اپنے گورو مولوی سے ہی پوچھکر سمجھکر کہینگے تو ثابت ہوگا کہ سب غیر مقلدوں کے مولوی مشرک و بیدین اور آیت مذکورہ کے مصداق ہیں۔ افسوس صد افسوس۔ تقلید کی تردید میں ایسی آیتیں پیش کرتے ہیں جنکو تقلید سے کوئی بھی علاقہ نہیں۔ پھر محض ضد و نفسانیت سے مقلدوں کو مشرک بناتے ہیں۔ فنعوذ باللہ منہم۔ خدا سب کو ہدایت کرے۔ آمین۔ پھر یہ تو کوئی دشمن ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بتادے کہ امام صاحب نے یا کسی اور امام نے کونسا مسئلہ در بارہ حلال وحرام بیان فرمایا ہے کہ جو برابر قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور اسپر کوئی شرعی دلیل امام کے

[ف] دیکھو تفسیر بیضاوی جلد اول صفحہ ۲۳۲۔

پاس نہیں۔ یا اگر ثبوت ہے تو امام نے قصداً برخلاف فرمایا ہے۔ اگر تمام نجدی ملکر کوشش کریں تو کبھی نہ ملیگا۔ اصل بات یہ ہے کہ اماموں نے جو حلال یا حرام یا مکروہ وغیرہ بیان فرمایا ہے وہ قرآن وحدیث سے نکالکر بیان فرمایا نہ کہ اپنے دل سے پس امام کی اتباع عین قرآن حدیث کی اتباع ہے۔ اور مسلمانوں کے پیشواؤں کو یہود ونصاریٰ کے پیشواؤں کے برابر سمجھنا کمال درجہ کی بیدینی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

سوال۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ الآیۃ۔ یعنے تابعداری کرو اسکی جو اُتاری گئی ہے تمہاری طرف تمہارے رب کیطرف سے اور نہ تابعداری کرو سوا اُسکی آخر تک۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن کی تابعداری کرو نہ تقلید کرو کسی کی۔

جواب۔ اتباع قرآن موقوف ہے اتباع ارشاد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ کیونکہ احکام الٰہیہ کو حضور نے قولاً وعملاً ثابت کرکے ظاہر کردیا۔ اور اتباع احادیث موقوف ہے اتباع مجتہدین پر جنہوں نے تمام احادیث کو خوب تحقیق کرکے صاف کرکے بیان کردیا۔ اور صحت سقم وغیرہ کلی طور پر کھولدیا۔ اور جسقدر مسائل کہ قرآن وحدیث سے استنباط ہوتے تھے سب تفصیلاً تحریر کردیئے پس اب متبع قرآن وہی ہوسکتا ہے جو مجتہدین کا مقلد ہے۔ کیونکہ مطالب قرآنی کو مجتہدین نے نہایت عمدگی سے تحریر کردیا ہے ورنہ بغیر اسکے اتباع قرآن پوری پوری طور پر محال ہے۔ ہاں اگر خالص قرآن کو لیا ہے اور باقی احادیث وتقلید کو چھوڑنا ہے۔ تو پھر چکڑالوی۔ نیچری۔ مرزائی کیوں نہیں بنجاتے۔

سوال۔ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ یعنے جو کچھ تمکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیدیں تو پکڑو اُسکو اور جو کچھ منع کریں اس سے باز رہو۔ پس معلوم ہوا کہ تقلید منع ہے۔

جواب ۔ تقلید کا تو کچھ ذکر نہیں صرف یہ کہ جو کچھ تمکو رسول علیہ السلام سے ملے اُسکو لیلو ۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہمکو بذریعہ علما و مجتہدین و محدثین پہونچا ہے اگر ہم علماء کی تقلید کریں تو وہ جو رسول اللہ نے دیا ہے ہمکو ملیگا ۔ اگر تقلید نہ کریں تو جو کچھ حضور علیہ السلام نے دیا ہے وہ ہمکو ہرگز نہیں ملسکتا پس ثابت ہوا کہ بغیر تقلید کے کوئی صورت نہیں اور نہ بغیر تقلید کے کچھ ملسکتا ہے ۔ علاوہ ازیں یہ آیت مال کی تقسیم کے متعلق ہے اور حسب قاعدہ اہل علم حقیقی انسان کے لیئے حاضری و موجودگی شرط ہے چنانچہ حرف کُم سے صاف نمایاں ہے ۔ پس اگر حقیقی انسان مراد ہے تو حرف کُم کے مخاطب وہی لوگ ہیں جو آپکے وقت میں موجود و حاضر تھے نہ غیر مقلد ۔ اگر ظاہری و عرفی مراد ہے تو یہ سوا ے تقلید کے حاصل نہیں ۔ پس بہر حال یہ آیت تقلید کے خلاف نہیں ہے ۔

سوال ۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ الآیۃ یعنے خدا کی قسم ہے نہیں ایماندار ہوتے وہ لوگ جبتک یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپکو حاکم و منصف مقرر نہ کریں اپنے معاملات میں پھر تیرے فیصلہ سے اُنکے دلوں میں کدورت و مخالفت پیدا نہ ہو بلکہ عمدگی سے تسلیم کریں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو ہی ہر اک بات میں منصف و فیصلہ کن مقرر کرنا چاہیئے نہ مجتہدین کو ۔ پس تقلید کا وجود ہی نہ رہا تو وجوب کہاں ۔

جواب ۔ اس آیت میں یہ ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں اُسکو دل سے یقین کر کے سچ جانکر عمل کرو خواہ کسی معاملہ میں ہو ۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرات مجتہدین کے فیصلے موافق ہیں فرمان رسول علیہ السلام کے یا مخالف ۔ اگر موافق ہیں تو اس آیت پر تب ہی عمل ہوگا جب مجتہدین کے فیصلجات کو حق جانیں اور اُنپر پابند ہوں ۔ اگر ہیں مخالف تو یہ شان جاہلوں و بیعلموں کی نہیں ہے کہ باوجود عامی ہونیکے مجتہدین کا مقابلہ کرے یا جس بات کو جاہل مشکوٰتی مولوی مخالف

کہیے وہ ہرگز مخالف نہیں بلکہ حضرات مجتہدین کے فیصلے کو چھوڑ کر غیر مجتہد کی تقلید کرنا سراسر خلاف
خدا ورسول علیہ السلام ہے پس ثابت ہوا کہ وہ فیصلے جو حضور علیہ السلام وصحابہ کرام نے
کیئے ہیں بلا تقلید نہیں حاصل ہو سکتے۔ غرضکہ تقلید کرنے سے صرف یہی مقصد ہے کہ وہ کلمات
وفیصلجات وعدالتیں جو موافق ہیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمکو حاصل ہوں اور بس۔

سوال۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ الآیۃ
یعنے بیشک یہ ہے میرا راستہ سیدھا و مضبوط پس اُسکی تابعداری کرو۔ اور نہ تابعدار ہوجاؤ بہت راستوں
کے۔ اور اسکے نیچے ابن مسعود کی حدیث صاف ہے کہ ایک ہی راستہ کی اطاعت حق ہے نہ بہت
راستوں کی۔ پس شریعت کو چھوڑ کر اور راستوں پر چلنا سخت منع ہے۔

جواب۔ بیشک یہ تو ہماری مراد ہے کہ بہت راستوں بہت مذہبوں کی پیروی سخت منع ہے
چنانچہ بذیل آیت نمبر ۵ بخوبی ثابت کیا گیا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ صراط مستقیم کیا ہے کس کو کہتے ہیں
اور اہل اسلام کے نزدیک صراط مستقیم کے کیا معنے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو صراط مستقیم متابعت رسول
اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اب وہ متابعت کیونکر حاصل ہو؟ اُسکا آسان طریق یہ ہے کہ جس
سلف صالحین چلے گئے ہیں جسکو سبیل المؤمنین کہتے ہیں اُسی پر چلنے سے صراط مستقیم ملتا ہے
کیونکہ اس آیت میں خدا نے ایک جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور بہت فرقوں اور اختلافوں
سے روکدیا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی شارح بخاری نے آیت مذکورہ کے تحت میں یہ لکھا ہے۔
عن ابن عباس فی تفسیرہ امر اللہ تعالی المؤمنین بالجماعۃ ونهی عن الاختلاف والفرقۃ
پس بہرحال ہمارا مدعا یہی ہے کہ ایک مذہب کو پکڑو تاکہ ایک جماعت کے ساتھ ملجاؤ اور بہت
مذہبوں کی متابعت نہ کرو کہ تم بالکل جدا جدا ہو جاؤ گے جیسا کہ مرزائی۔ نیچری۔ چکڑالوی بنتے جاتے
ہیں۔ یہ صرف تقلید کے ترک کرنے کا نتیجہ ہے۔ اما بعد اصول اسلام کے چار مسلّم ہیں۔ قرآن

حدیث ۔اجماع ۔قیاس۔ الحمد للہ کہ یہ آیت ہمارے ہی مطلب کے مفید نکلی۔

سوال۔ اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰی آثَارِھِمْ مُقْتَدُوْنَ ۔ یعنے کفار کہا کرتے تھے کہ جس پر ہمارے باپ دادے چلے ہیں اُسپر ہم بھی چلیں گے۔ اس قسم کی بہت آیات ہیں قرآن میں جنسے یہی مطلب نکلتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ ہمارے باپ دادا مقلد تھے لہذا ہم بھی مقلد ہیں یہ کافروں کا طریق ہے۔

جواب۔ اول تو یہ ہے کہ اس قسم کی آیتوں کے ساتھ خدا نے فرمایا ہے اَوَلَوْ کَانَ آبَاؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ۔ اَوَلَوْ کَانَ آبَاؤُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ یعنے کیا وہ اپنے آباؤ اجداد کے قدموں پر چلتے رہینگے خواہ اُنکے باپ دادا بے علم و بے عقل و بے ہدایت ہی ہوں پس ثابت ہوا کہ والدین یا اجداد کی متابعت اُسی وقت تک جائز ہے جبتک علم و ہدایت سے خالی نہ ہو۔ جب دین و ہدایت کو شامل ہو تو واجب ہے[1]۔ کیونکہ اپنے باپ دادا کی متابعت من حیث الابوۃ منع نہیں بلکہ من حیث الضلالۃ منع ہے اگر آبا اجداد کے مذہب کی متابعت ہر جگہ کفر و شرک ہوتی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا یوں کہنا کہ (میں نے تابعداری کی اپنے آبا کی ملت کی اور ہم عبادت کرینگے اپنے باپ کے خدا کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کے خدا کی) ہرگز ہرگز جائز نہ ہوتا بلکہ حسب عقیدہ غیر مقلدین کفر و شرک ہوتا کما قال وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ آبَائِیْ اِبْرَاھِیْمَ ۔ وَمِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ آبَائِکَ اِبْرَاھِیْمَ ۔ مثلاً آجکل بھی کوئی عامی مسلمان کسی بے دین کو کہے کہ میں دین کو سچ اور اسلام کو برحق نجات دہندہ جانتا ہوں کیونکہ میرے تمام باپ دادا بزرگان متقدمین اسی پر گذرے ہیں لہذا میں اسلام کو نہیں ترک کر سکتا تو کیا ایسے مسلمان کو بھی غیر مقلدین

[1] ۔ دیکھو تفسیر بیضاوی جلد اول صفحہ ۹۰۔

مشرک و کافر ہی کہینگے۔ نعوذ باللہ منہم۔ پس ثابت ہوا کہ مطلق ماں باپ وغیرہ کی متابعت منع نہیں اس قسم کی آیات کو تقلید کے شرک ہونے پر پیش کر کے مسلمانوں کو خراب و گمراہ کرنا نہایت جہالت اور خباثت ہے۔

سوال۔ حدیث میں ہے۔ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ یعنے کسی مخلوق کی تابعداری ایسی نہیں جائز جسمیں کہ خدا کا گناہ لازم آوے۔ یہ بھی تقلید کے ردّ میں ہے۔

جواب۔ مخلوق میں رسول علیہ السلام بھی تو داخل ہیں۔ تو کیا اُنکی اطاعت سے بھی سونہہ پھیرلوگے۔ اگر کہو کہ آپ ہرگز ہرگز معصیت کا راستہ نہ بتاوینگے تو یہ کہو کہ حضرات اماماں دین بھی گناہ کا راستہ دکھاتے ہیں۔ وہ تو عین قرآن و حدیث کا نتیجہ و خلاصہ مطلب کھولکر بیان فرمادیتے ہیں۔ اں جہاں نص نہیں وہاں پر شارع علیہ السلام کیطرف سے اُنکو اجتہاد کی اجازت ملی ہے جیساکہ آیت نمبر ا کی بحث میں گذرا ہے۔ پس اُنکا اجتہاد بھی امورات شرعیہ میں داخل ہے۔ البتہ اگر کوئی جاہل تفسیر محمدی پڑہکر کہے کہ فلاں فلاں مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے تو بالکل غیر معتبر ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ پہلے اپنا ایمان ہی حاصل کریں۔ مجتہدین کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں۔ ہاں بعقل بعلم کو سمجھ نہ آوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ یہی اصول مرزائیوں نیچریوں چکڑالویوں نے باندہا ہے کہ جو حدیث قرآن کے مخالف ہو وہ غلط ہے تو صدہا کیا ہزارہا احادیث کا انکار کر کے مخالفین اہلسنت ثابت ہوئے۔ یہی اصول غیر مقلدین کا ہے کہ جو اجتہاد خلاف نصوص ہے وہ غلط ہے۔ پس دونوں عقیدے مساوی ہو گئے۔ حاشا و کلاّ مجتہد کبھی گناہ کا راہ نہ دکھائیگا۔ یہ تو کسی ادنیٰ ایماندار کا کام بھی نہیں چہ جائیکہ حضرات اماماں دین جنپر دین اسلام کی تحقیق و تصدیق موقوف ہے۔

سوال۔ حدیث ہے لایؤمن احدکم حتی تکون ھواہ تبعا لما جئت بہ یعنی تم میں سے

وہی مومن ہے جو میری شریعت کی اطاعت کرے پس اس نے تقلید کو رد کر دیا ہے۔

جواب۔ یہ محض عداوت و سفاہت کی وجہ سے غیر مقلد سوالات کرتے ہیں ورنہ یہی حدیث دوسرے پہلو پہ سائل کے سوال کا جواب ہے۔ وجہ یہ کہ شریعت کے احکام کی تشریح و توضیح تصحیح و توثیق و ناسخ و منسوخ و تقدیم و تاخیر وغیرہ سوائے تحقیق و تصدیق مجتہدین کے لہذا محال ہے کیونکہ مجتہدین نے ظاہرا بالمناسبی و قوۃ اجتہادیہ سے بیشمار مسائل نکالے ہیں جنسے شرع شریف کا راستہ آسان ہو گیا ہے پس جسکو شریعت کی فی زمانہ ضرورت ہے وہ بیشک تقلید کر کے بعد شریعت پر چل سکتا ہے کیونکہ ہمکو جو کچھ پہونچا ہے وہ بذریعہ حضرات علماء دین ہی پہونچا ہے۔

سوال۔ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے کہ حنفی فرقہ مرجیہ یعنے ناریہ ہے۔

جواب۔ پہلے یہ بات قابل تحقیق ہے کہ غنیۃ الطالبین حضرت پیر دستگیر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ہے یا نہیں بعض حضرات اسطرف ہیں کہ انکی تصنیف ہے بعض اسطرف ہیں کہ انکی تصنیف نہیں۔ کما حققہ عبدالحق محدث دہلوی رح۔ وللناس فیما یعشقون مذاہب۔

اور اسمیں بھی شک نہیں کہ حضرت پیران پیر امام طریقت و مقتدائے اہل معرفت ہیں اہل طریقت خصوصا حضرات قادریہ پر انکی اطاعت لازم ہے اور حضرات آئمہ اربعہ مجتہدین شریعت ہیں اہل ظواہر پر مسائل شرعیہ میں انکی تقلید واجب ہے۔ ہم اہلسنت معاملات باطنیہ میں مشائخین کے تابع ہیں اور مسائل شرعیہ میں مجتہدین کے مقلد ہیں۔ اور حضرت پیران پیر باوجود مجتہد فی المذہب ہونیکے خود حنبلی مذہب تھے اور اسی مذہب پر ثابت رہنے کی دعا کرتے تھے۔

چنانچہ اسی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں الامام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی رحمۃ اللہ علیہم واماتنا علی مذہبہ اصلا و فرعا و حشرنا فی زمرتہ

یعنے مارے ہمکو خدا امام احمد حنبل کے مذہب پر اصول و فروع میں اور اُٹھاوے ہمکو خدا قیامت
کے دن اُسکی جماعت میں پس ثابت ہو گیا کہ حضرت پیر صاحب کا مذہب حنبلی تھا. کما صرح بہ
عبدالحق الدہلوی فی رسالۃ مرج البحرین. اب حضرت پیر صاحب کا نماز کی بعض سنن وغیرہ
میں ہمارے مذہب کے خلاف کرنا مضائقہ ندارد. کیونکہ وہ پکے مقلد تھے اور جو کچھ کرتے تھے
وہ اپنے مذہب کے موافق کرتے تھے اور اب رہا یہ کہ لفظ مرجیہ کا بعض حنفیہ کی نسبت. سو
اوّل واضح رہے کہ بعض حنفیہ کی نسبت یہ کہنا کچھ محال نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی جماعت
اس عقیدہ کی ہو تو اس سے کل حنفی مراد نہیں ٹھر سکتے. کیونکہ اسطرح تو یہود نصارٰی آریہ وغیرہ
سب مسلمانوں کو کاذب قرار دینگے. مثلاً مرزائی و نیچری و معتزلہ وغیرہ. جنات و دوزخ و ملائکہ
و حیات مسیح وغیرہ کے منکر ہیں یا بعض لوگ شفاعت کے منکر ہیں جیسا وہابی. نجدی. یا بعض دیدار
خدا کے منکر ہیں یا بعض وحی و الہام کے منکر ہیں وغیرہ وغیرہ تو ان فرقوں پر نظر کرنے سے کوئی غیر دین کل
مسلمانوں کو منکر امورات مذکورہ نہیں کہہ سکتا. اگرچہ فرداً فرداً کسی کسی جماعت کو انکار حاصل ہو
اسیطرح بعض حنفیہ کا لفظ بھی قابل الزام کل فرقہ نہیں ہے. اگر بعض فرقہ سے کل فرقہ ہی مراد ہو
تو پھر تو وہابی ضرور ہی رافضی ہیں. کیونکہ وہابی لوگ اپنے آپکو محمدی مشہور کرتے ہیں. چنانچہ فقہ محمدی
کتاب کا نام بھی رکھدیا ہے. پیر صاحب محمدی فرقہ کو رافضیوں میں شامل کرتے ہیں. چنانچہ اُسی
غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں اما الرافضۃ فتفرقت اربع وعشر فرقۃ القطبیۃ و
الکسانیۃ والکربیۃ والمزیبۃ والمحمدیۃ الخ پس اگر غیر مقلد لوگ محمدی ہیں تو ثابت ہوا
کہ یہ رافضی ہیں اور اسمیں لفظ بعض بھی نہیں. دوم یہ بات رہی جنکی نسبت لفظ مرجیہ کہا گیا ہے
انکی علامت یہ کہ وہ فرقہ ایمان کو معرفت باللہ جانتے ہیں. چنانچہ لکھتے ہیں اما الحنفیۃ
فہم بعض اصحاب ابحنیفۃ النعمان ابن ثابت زعموا ان الایمان ھو المعرفۃ باللہ ولاقرار

یعنے بعض حنفی جنکا زعم یہ ہے کہ ایمان معرفت حق ہے۔ حالانکہ کتب عقائد حنفیہ میں یہ کہیں نہیں۔ چنانچہ دیکھو عقائد نسفی۔ الایمان ھو التصدیق بما جاء بہ من عند اللہ والاقرار قال العلامۃ فی شرحہ ان بعض القدریۃ ذھب الی ان الایمان ھو المعرفۃ و اطبق علمائنا علی فسادہ۔ یعنے ایمان نام ہے تصدیق بماجاء عند اللہ کا اور ساتھ اُس کے اقرار کرنا البتہ بعض قدریہ کا مذہب ہے کہ ایمان نام ہے معرفت کا اور ہمارے علما اسکے مخالف ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ بعض قدریہ نے اپنے آپ کو حنفی ظاہر کیا ہے انہی کی نسبت لفظ مرجیہ کہا گیا ہے جیسا کہ کئی وہابی اپنے آپ کو بعض بعض قریہ و دیہات میں حنفی ظاہر کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں قال صاحب المواقف ومن الفرقۃ المرجیۃ الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی قالوا الایمان ھو المعرفۃ باللہ ورسولہ اجمالا لاتفصیلا الی ان قال وغسان کان یحکیہ ای ھذا القول عن ابی حنیفۃ ویعدہ من المرجیۃ وھو افتراء علیہ قصد بہ ترویج مذھبہ لموافقۃ رجل کبیر مشھور الخ۔ ملخصاً یعنے غسانیہ فرقہ بھی مرجیہ ہے جسکا قول ہے کہ ایمان نام معرفت باللہ کا اور غسان کوفی اس قول کی نسبت حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کیطرف کرتا تھا اور اُن کو مرجیہ خیال کرتا تھا مگر یہ محض افترا و بہتان ہے بمقصد غسان کوفی کا یہ تھا کہ بڑے بزرگ کی موافقت سے میرا مذہب مشہور ہوجائیگا۔ فی الملل والنحل ومن العجب ان غسان کان یحکی عن ابی حنیفۃ مثل مذھبہ ویعدہ من المرجیۃ ولعلہ کذب الخ وقال المعتزلۃ کانوا یلقبون کل من خالفھم فی القدر مرجیاً الخ یعنے جو شخص معتزلہ کی مخالفت کرتا تھا اُسکو مرجیہ کہا کرتے تھے۔ سیوم یہ کہ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ مرجیہ کسی غیر نے الحاق و وضع کردیا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محدث نعیم اللہ صاحب رسالہ تنقید الکلام میں لکھتے ہیں۔ غرضکہ

ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دشمن تو بہت ہیں لیکن کیا ہی عمدہ کہا ہے صاحب عقل و اہل علم نے

فلعنة ربنا اعداد رمل ۔ علی من رد قول ابی حنیفة

یعنے کروڑ در کروڑ بیشمار لعنتیں ہوں اُس شخص پر جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تردید کرے۔ تحقیراً و توہینا۔

سوال۔ خدا تعالے فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا الآیۃ یعنے چنگل مارو ساتھ خدا کی رسی کے سب لوگ اور نہ فرقہ فرقہ بنجاؤ۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ تقلید نہ کرو۔ بلکہ قرآن پر عمل کرو۔

جواب۔ اس آیت کو تقلید کے ساتھ کوئی علاقہ مخالفت کا نہیں۔ کیونکہ اگر مراد یہ ہے کہ قرآن کے اسرار و دقائق حاصل کرو اور اُسپر پورا پورا عمل کرو تو یہ تو ہمارے اہلسنت والجماعۃ مقلدین کو بخوبی حاصل ہے۔ اگر مراد یہ ہے کہ صرف الفاظ پڑھکر بلا سمجھے سوچے اندھوں کیطرح قبول کرتے جاؤ تو یہ مرزائیوں نیچریوں چکڑالویوں نے حاصل کر لیا ہے۔ سو غیر مقلدین بھی اُن کے ساتھ صاف طور پر ملکر الگ ہو جاویں۔ ہمارے حضرات فرقہ اہلسنت والجماعت یہی تو کہتے ہیں کہ ایک ہی طرف ایک ہی مذہب پر قائم ہو نیا نیا فرقہ نہ بنایا کرو۔ اور اہلسنت کے ساتھ رہنے سے ہی اعتصام بالکتاب حاصل ہوتا ہے یعنے جو شخص اہلسنت میں ملگیا وہی شخص خدا کے رستے کے ساتھ چنگل مارتا ہے۔ کیونکہ اہلسنت والجماعت نے جو کچھ قرآن و حدیث کا مطلب لیا ہے وہی خدا و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عمدہ ہے اور جو کچھ مخالفین اہلسنت نے لیا ہے وہ سراسر غلط و غیر معتبر ہے۔ چنانچہ جس نے قرآن پر چنگل مارا وہ تقلید کے وجوب کا قائل ہوا۔ اور جس نے نہ مارا وہ خارج از اہلسنت ہوا۔

سوال۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَہُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْہُمْ الآیۃ یعنے تحقیق

جن لوگوں نے فرق کر دیا اپنے دین کو۔ یعنے دین میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ تو یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم
اُن میں سے نہیں۔ دوسری جگہ صاف حکم ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا الآیۃ یعنے اُن
لوگوں کی مانند نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ ڈال دیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تقلید سخت منع ہے۔

جواب۔ آیت مذکورۃ الصدر کے معنے تو یہ ہیں۔ فرقوں سے مراد اہل ہوا و اہل بدعت ہیں اہلسنت
والجماعت مراد نہیں۔ دیکھو تفسیر اتقان مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۴۴۔ اخرج الطبرانی وغیرہ بسند
جید عن عمر بن الخطابؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لعائشۃؓ إِنَّ الَّذِينَ
فَرَّقُوا دِينَهُمْ هم اصحاب البدع والاهواء من هذه الامة پھر اسی تفسیر کے صفحہ ۲۴۴
میں لکھا ہے اخرج الدیلمی فی مسند الفردوس بسند ضعیف عن ابن عمر عن النبی صلے
اللہ علیہ وسلم قال فی قولہ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ قال تبیض وجوہ اہل
السنۃ وتسود وجوہ اہل البدعۃ الخ۔ یعنے اس آیت مذکورہ سے مراد تو بدمذہب و بدعتی
ہیں اور دوسری آیت میں اہلسنت کے چہرے تو سفید ہونگے اور بدعتیوں کے چہرے سیاہ ہونگے
اب افسوس ہے اُن لوگوں پر جو خواہ مخواہ آیتیں پیش کرنے جاتے ہیں اور دیکھتے نہیں کہ آیات کا
کچھ لگاؤ بھی ہے یا نہیں۔ اور اکثر غیر مقلدین کی عادت ہے کہ جو آیات کفار کے حق میں وارد ہیں
وہ سب مومنین کے حق میں پیش کر کے وہی نسبت پیدا کرتے ہیں جو کفار کے ساتھ ہے۔ حالانکہ یہ
عادت خارجیوں کی تھی۔ دیکھو بخاری باب قتال الخوارج والملحدین صحیح حدیث درج ہے۔
وکان ابن عمر یراهم شرار خلق الله وقال انهم انطلقوا الى آيات نزلت فى الكفار
فجعلوها على المؤمنين۔ اور صاحب مجمع البحار بھی یہی نقل کرتے ہیں وکان ابن عمر یراهم شرار
خلق الله لانهم يتمسكون الى آيات نزلت فى الكفار فجعلوها على المؤمنين الخ یعنے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو تمام خلقت سے بدتر جانتے تھے کیونکہ وہ کافروں کی آیات مومنوں پر

چسپاں کرتے ہیں۔ یہی حال ہے غیر مقلدوں کا کہ تقلید کے رد میں ایک آیت بھی نہیں۔ بالخصوص تقلید شخصی کی تردید پر تو تمام نجدی بھی جمع ہو کر دلیل لاویں تو نہ لا سکیں گے۔

سوال۔ بہرحال تقلید کے بدعت ہونے میں تو کوئی شک وشبہ نہیں اور حدیث شریف میں صاف آیا ہے کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار۔ ومن احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ یعنے ہر اک بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے اور جو شے دین میں نو پیدا ہو حالانکہ دین میں سے نہیں وہ مردود ہے۔

جواب۔ افسوس صد افسوس۔ غیر مقلدین اسقدر بے علم ہیں کہ خدا کی پناہ۔ یا تو قصداً ضد پر اڑ کر اہلسنت والجماعت کے ساتھ عداوت ومخالفت کرتے ہیں یا اولیاء اللہ کی عداوت سے اُن کے دل سیاہ اور آنکھیں بے نور ہو گئی ہیں۔ اب ہم لفظ بدعت کے تفصیلی معنے لکھتے ہیں اور دکھائینگے کہ علماء دین نے کیا کیا معنے لکھے ہیں اور بدعت کتنے قسم پر ہے اور کونسی بدعت گناہ ہے اور کونسی بدعت ثواب ہے۔ ناظرین اس بحث کو بخوبی یاد رکھیں کہ وقت پر بہت کام آویگی کیونکہ جسقدر اہلسنت کے معمولات ہیں مثلاً مولود شریف اور نذر ونیاز اور عرس شریف اور ختمات شریف ودیگر امورات کرتے ہیں تو غیر مقلد وغیرہ یہی حدیث پیش کر کے اپنا دل کا بخار نکال لیتے ہیں۔

اول وہابیوں کے امام مولوی خرم علی صاحب حدیث مذکورہ کے تحت میں لکھتے ہیں۔ جو دین میں نئی چیز نکالے جسکی شرع میں کچھ اصل نہ ہو نہ کھلی نہ چھپی اسی کا نام بدعت ہے۔ امام دوئم غیر مقلدوں کے یعنے ابن تیمیہ لکھتے ہیں من الجهلة من یجعل کل امر ما لم یکن فی زمن الصحابة بدعة مذمومة وان لم یقم دلیل علی قبحه متمسکا بقوله علیه السلام ایاکم ومحدثات الامور ولا یعلمون ان المراد بذالك ان یجعل فی الدین ما هو لیس فیه ۔ هدیة المزندین لابن تیمیہ۔ یہی بیان شرح مقاصد جلد دوم صفحہ ۱۷۰ میں علامہ تفتازانی نے لکھا ہے یعنی یہ عقیدہ

وقول جاہلوں کا ہے کہ جو چیز صحابہ کے وقت میں موجود نہ تھی وہ ضرور ہی بدعت مذمومہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اور کتاب حدیقہ ندیہ شرح تحفہ محمدیہ میں محدث عبد الغنی نابلسی لکھتے ہیں امّا البدعة فی الشرع اذا کان فیہا اعانة علی طاعة شرعیة فانہا تکون باذن من الشارع ولو بطریق الاشارة وھی بدعة حسنة یعنے جس بدعت سے دین کو مدد پہونچے وہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ اُس میں شارع علیہ السلام کا اشارہ کافی ہے۔ سیوم شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی تحفہ میں لکھتے ہیں۔ حدیث مَن اَحدث فی امرنا مخصوص است بآنچہ کہ در شرع اصلے نداشتہ باشد نہ از خلفاء و نہ اجماع امت ثابت شدہ باشد۔ چہارم محدث شافعی امام جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ میں (جو فاکہانی مالکی کے رد میں ہے) لکھا ہے ان البدعة لم تنحصر فی الحرام بل قد یکون مباحة و مندوبة و واجبة یعنے بدعت صرف حرام میں ہی منحصر نہیں۔ بلکہ بدعت واجب بھی اور مندوب بھی ہے اور مباح بھی ہے۔ پنجم شیخ عبد الحق محدث حنفی شرح مشکوٰة میں لکھتے ہیں۔ ازانچہ موافق اصول وقواعد سنت اوست وقیاس کردہ شدہ است برآں آنرا بدعت حسنہ گویند۔ وبعضی بدعتہا است کہ واجب است وبعضی مستحسن ومستحب وغیرہ ومن ابتدع بدعة ضلالة وکسیکہ بدعتی کند ضلالتہ کہ راضی نیست ازاں خدا ورسول صلے اللہ علیہ وسلم بخلاف بدعت حسنہ کہ در وے مصلحت دین است یعنی وہ بدعت گناہ ہے جس سے برائی حاصل ہو ورنہ جس بدعت سے دین کو مدد پہونچے وہ بدعت حسنہ واجب مستحبہ ہے۔ ششم محدث ابن حجر شافعی کتاب فتح المبین میں لکھتے ہیں البدعة منقسمة الی الاحکام الخمسة لانہا اذا عرضت علی القواعد الشرعیة لم تخل عن واحد من تلک الاحکام فمن البدع الواجبة الخ۔ یعنی بدعت پانچ قسم پر ہے واجب اور مستحسن

ے یہی مقصد طریقہ محمدیہ کی شرح جلد اول صفحہ ۱۱۳ و ۱۱۴ مطبوعہ مصر میں مفصل ہے۔

اور حرام و مباح وغیرہ۔ ہفتم شاہ محمد اسحاق صاحب مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں البدعۃ ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبھۃ او استحسان الخ یعنے بدعت وہ ہے جو کہ خلاف ہو شرع کے اور صرف وخو بھی بدعت حسنہ ہے۔

ہشتم۔ صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں۔ کل بدعۃ ضلالۃ خص منہ واجب او مندوب او مباح الخ۔ یعنے بدعت کی کئی قسمیں ہیں جنمیں سے بعض بدعت کرنا واجب بعض مندوب و مباح۔

نہم۔ امام زرقانی شارح مؤطا نے لکھا ہے کل بدعۃ ضلالۃ عام مخصوص البعض یعنے بدعت ضلالت عام ہے جس سے کئی بدعتیں خاص وجدا کی گئی ہیں۔ دہم چلپی اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے ان من احدث فی الاسلام رائیا لم یکن لہ فی الکتاب و السنۃ سند ظاھر او خفی ملفوظا او مستنبط فھو مردود علیہ الخ یعنے جس نے اسلام میں کوئی خیال ایسا پیدا کیا جسکی تائید نہ قرآن سے نہ حدیث سے ظاہرا باطنا استنباطا نہ ہو (جیسے مرزائی نیچری وغیرہ) تو وہ رائے وخیال مردود ہے۔ یازدہم۔ علامہ جلیل صاحب سیرۃ الحلبی لکھتے ہیں ما احدث من الخیر ولم یخالف من ذالک فھو البدعۃ المحمودۃ۔ یعنے جو بدعت نیکی سے ہو اور نکوئی کا مانع بھی نہ آوے تو وہ بدعت حسنہ و محمودہ ہے۔ دوازدہم امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ ص۳ جلد ۲۔ انما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ ماموراً بھا یعنے اندیشہ اس بدعت کا ہے جو مٹاوے کسی امر مسنونہ کو۔ سیزدہم۔ فتاویٰ عالمگیریہ باب آداب المسجد جلد پنجم میں ہے وکم من شیء کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ۔ یعنے کئی بدعتیں ایسی ہیں جو نیک ہیں۔ احیاء جلد ۱۰ باب کتابت قرآن میں ہے فکم محدث حسن یعنے کئی بدعتیں نیک ہیں۔ چہاردہم فتاویٰ مولانا مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی جلد اول

میں لکھتے ہیں۔ محدث امریست کہ نہ موجود بود بخصوصیت در زمانہ نبوی و در زمانہ صحابہ کرام و تابعین کہ مشہود لہا بالخیر اند باشد و نہ اصلش از ادلہ اربعہ یعنے کتاب وسنت و اجماع و قیاس یافتہ شود۔ علامہ شریف در حواشی مشکوٰۃ می نویسد۔ المعنی ان من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر او خفیا ملفوظا او مستنبطة فهو مردود علیه و فاضل معین بن صفی در شرح اربعین نووی می نویسد فان قلت قد اشتهر ان البدعة نوعان حسنة وسیئة فکیف یکون کل بدعة ضلالة بلا تخصیص قلت المراد من البدعة فی الحدیث البدعة الشرعیة وهی ما لیس له اصل شرعی وکل ما فعله الشارع او امر به فهو لیس ببدعة شرعیة الخ حافظ ابن حجر در ہدیہ ساری مقدمہ فتح الباری در فصل خامس کہ موضوع است برائے شرح غریب می آرد قوله من احدث حدثا ای فعل فعلا لا اصل له فی الشرع۔ پس ہر محدثیکہ وجودش بخصوصیت در زمان از ازمنہ ثلاثہ نباشد لیکن سندش در دلیلے از ادلہ اربعہ یافتہ شود ہم مستحسن خواہد شد و استحسان صفت ماموربہ است خواہ صراحۃً با ورود رسیدہ باشد یا از قواعد کلیہ شرعیہ سندش یافتہ شدہ باشد خواہ واجب باشد خواہ مندوب الخ۔

غرضکہ خلاصہ تحریرات مذکورہ کا یہ ہے کہ ہر اک بدعت گناہ و حرام نہیں بلکہ بعض کا کرنا تو واجب بعض کا مباح بعض کا مستحسن و مستحب۔ پس جبکہ بڑے بڑے علماء دین محدثین نے بدعت کو کئی قسم پر تقسیم کیا ہے تو پھر جاہلوں کی طرح ایک ہی بدعت کہے جانا اگر ضد و عداوت نہیں تو اور کیا ہے۔

سوال۔ یہ تقسیم تو لغو ہے نہ شرعی۔

جواب۔ نہایت ہی افسوس ہے کہ اہلسنت کی عداوت نے بالکل ناکارہ کر دیا ہے۔ دیکھو

محدثین نے جو تشریح و توضیح فرمائی وہ شرعی تقسیم ہے یا لغو ہے۔ کیا محدثوں نے لغت کی کتابیں لکھی ہیں یا حدیث کی شرح لکھی ہے۔ اگر لغوی مراد ہوتی تو صاحب قاموس و منتہی الارب ولسان العرب وغیرہ اس تعریف کو لکھتے حالانکہ لکھی تو اُن محدثین نے ہے جنکو حدیث کی تشریح و تفہیم مقصود تھی پھر اسراف تو ہو بدعت اور اسراف ہو واجب یا مستحب۔ اسکے کیا معنے؟ اب تم ہی کہو کہ محدثین نے جو لفظ بدعت کی تشریح کی ہے اگر یہ شرع میں نہیں تو کس کتاب میں اس لفظ کی تعریف درج ہے جسکو شرعی تعریف کہا جائے۔

جواب دوم۔ اس امر کا خود رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ صاف فرما دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ سئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن الامر یحدث لیس فی کتاب ولا سنۃ الحدیث یعنے سوال کیا صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے کہ جو بدعت ایسی ہی ہو کہ نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں تو اسکا کیا حکم ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ینظر فیہ العابدون من المؤمنین۔ رواہ الدارمی یعنے اس امر محدث میں عابدین مومنین یعنے خاص اہل اللہ لوگ نظر کریں یا سوچیں۔ پس آپنے جب خاص مومنین کو سوچنے کا حکم دیا تو مجتہدین محدثین بالاتفاق خاص الخاص ہیں۔ جو کچھ انہوں نے معنی بدعت کے بیان کئے ہیں وہ سب درست ہیں۔ دوسرا ایک حدیث میں یوں ہے ما راٰہ المؤمنون حسن فھو عند اللہ حسن رواہ المؤطا یعنے جس بات کو مسلمان عمدہ و نیک خیال کریں وہ ہی خدا کے نزدیک بھی نیک و بہتر ہے۔ المؤمنون سے مراد بھی وہی عابدین مومنین ہیں نہ ہر اک کلمہ گو وغیرہ۔ پس معلوم ہو گیا کہ ہر اک بدعت گناہ نہیں بلکہ بعضے بدعت کا کرنا لازم و موجب اجر و ثواب ہے۔ اور تقلید بالفرض والمحال اگر بدعت بھی ہو تو وہ واجب ہوگی اصل میں غیر مقلدوں کی غرض یہ ہے کہ مجتہدوں کی تقلید سے لوگوں کو ہٹا کر اپنی اپنی تقلید کا پٹہ اُنکے گلے میں ڈالیں حالانکہ ایماندار سے کبھی یہ نہ ہوگا۔ کیونکہ کجا مجتہدین

اور کہاں آجکل کے مخالفین جاہلین۔ اسکا نتیجہ ظاہر ہے کہ مرزائی و نیچری و چکڑالوی وغیرہ اسی نہ تقلید کرنیکا ہی ثمرہ ہے۔

سوال۔ اگر مرزائی نیچری چکڑالوی وغیرہ وہابیوں سے نکلے ہیں تو وہابی کہاں سے نکلے ہیں

جواب۔ یہ بات سب پر روشن ہے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر حضور علیہ السلام تک تمام انبیا و مرسلین برحق و صادقین اور وہاں سے لیکر تمام مسلین مومنین خاص و عام کا سلسلہ برابر تا حال چلا آرہا ہے اب فرماؤ کہ یہ چوہڑے چمار و ہندو و سکھ وغیرہ کہاں سے پیدا ہو گئے ہیں غرض تو یہ ہے کہ اہلسنت کے اصول و قواعد ہی ایسے ہیں کہ کسیطرح غیر مقلد نہیں بن سکتے۔ اور غیر مقلدین نے صاف آزادی کے اصول (انگریزونکی طرح) باندھ دئے ہیں لہذا ان اصولوں پر عمل کرکے ضرور ہی آزاد ہوگا۔ خواہ مرزائی ہو خواہ نیچری خواہ چکڑالوی۔

جواب دوم۔ یہ فرماؤ کہ ملائکہ بھی اول درجہ کے مومنین ہیں اور انبیاء مرسلین و صالحین ان سے اعلیٰ مومنین ہیں یہ تو خدا کیطرف سے آئے ہیں۔ بھلا یہ کہو کہ شیطان کہاں سے آیا اور کہاں سے پیدا ہوا ہے۔ اسیطرح عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حق میں بددعا فرمائی۔ بلکہ فرمایا کہ ایک فتنہ و قرن شیطان نجد سے ظاہر ہوگا۔ چنانچہ عبدالوہاب کا حال در مختار باب البغاۃ میں مندرج ہے وہاں سے غیر مقلدین شروع ہوئے۔ وہی پیشگوئی بعینہٖ واقع ہو گئی۔ اب کیا پوچھتے ہو کہاں سے پیدا ہوئے۔

سوال۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح عین العلم میں لکھتے ہیں۔ من المعلوم ان اللہ ما کلف احدا ان یکون حنفیا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا بل کلفھم ان یعملوا بالسنۃ ان کانوا علماء او تقلدوا علماء ان کانوا جہلاء۔ یعنی خدا نے کسی شخص کو یہ تکلیف نہیں دی کہ وہ حنفی بنے یا شافعی یا مالکی یا حنبلی وغیرہ۔ بلکہ یہ تکلیف تو ضرور دی ہے کہ عامل بالسنۃ ہوں

اگر وہ علماء ہیں۔ اگر بے علم ہیں تو علماء کی تقلید کریں۔

جواب۔ اگر تکلیف دینے سے مراد یہ ہے کہ اسوا کسیکو تابع و متبوع نہیں بنایا۔ مثلاً یا عبدالجبار اطعنی یا احمداللہ اقم الصلوٰۃ یا ثناء اللہ اٰمن باللہ تو شاید درست ہو کیونکہ اسطرح کسیکو حکم نہیں۔ مگر اس سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ احمداللہ یا عبدالجبار وغیرہ کیواسطے قرآن باعث ہدایت نہیں یا انکو قرآن پر عمل نصیب نہیں۔ کیونکہ اسطرح تو پھر کوئی شخص مسلمان نہ ثابت ہوگا چنانچہ ہم صفحہ ۲ میں اشارہ کر آئے ہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ بیشک نام بنام توکسیکو حکم نہیں مگر جب یا ایھا الذین اٰمنوا آگیا تو عبدالجبار و مولوی احمداللہ وغیرہ اُس میں آگئے پھر تو پھر جواباً یوں کہنا بجا ہے کہ جب خدا نے فرمایا اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ یعنے اہل ذکر اور صاحبان حکم کی اطاعت کرو۔ تو امام ابوحنیفہ و شافعی وغیرہما رحمۃ اللہ علیہم بھی اسمیں آگئے۔ پھر نزاع ہی کیا رہی۔ اور علاوہ ازیں ملا علی قاری نے یہ فقرہ و تقلدوا علماء ان کانوا جھلاء صاف فرمایا ہے۔ اس سے ہمارا مطلب پورا نکل آیا کہ جو جاہل ہیں وہ علما کی تقلید کریں۔ بس یہی مطلب ہمارا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری کے اقوال پہلے درج ہوچکے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۷۰ و ۷۱ رسالہ ہذا۔

سوال۔ مولانا بحرالعلوم عبدالعلی شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں اذ ما وجب الا ما اوجبہ اللہ تعالیٰ والحکم بہ ولم یوجب علی احد ان یتمذھب بمذھب رجل من الائمۃ فایجابہ تشریع جدید۔ یعنے خدا نے کسی پر واجب نہیں کیا کہ مذہب پکڑے کسی امام کا پس امام کے مذہب پکڑنے کو واجب کہنا نئی شرع ہے۔

جواب۔ یہ تو غیر مقلدوں کی سخت نافہمی ہے۔ ہم ابھی صفحہ ۰۰ میں عبارت شرح مسلم الثبوت لکھہ آئے ہیں۔ [illegible] صاف ہے کہ اگر غیر مجتہد ہے تو فرض ہے تقلید کرے پس عبارت مذکورہ

فی السوال کا مقصد تو یہ ہے کہ خدا نے کسیکو یہ نہیں فرمایا کہ ای لوگو مولوی احمد اللہ یا مولوی عبد الجبار یا مولوی ثناء اللہ کی بات کو سچ مانکر عمل کرو پس اب یہ کہنا کہ مولوی احمد اللہ کا مسئلہ صحیح ہے یا مولوی عبد الجبار کا مسئلہ حق ہے یا مولوی ثناء اللہ کا مسئلہ صادق ہے سراسر غلط ہوا کیونکہ ان کے بیانات کو سچ جانکر عمل کرنا بھی شرع جدید ہے جس پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ غرضکہ ہر قسم کی عبارتیں غیر مقلدین خود تو سمجھتے نہیں مگر خلق اللہ کو گمراہ کرتے ہیں۔ یہی عبارتیں نذیر حسین غیر مقلد دہلوی نے محمد حسین بٹالوی نے محی الدین نومسلم کتب فروش لاہوری نے محمد سعید بنارسی نے لوگوں کو سنا سنا کر چاہ ضلالت میں ڈالدیا ہے پناہ بخدا۔ اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں صاف لکھا ہے کہ مقلد حنفی کو خلاف اپنے مذہب کے جائز نہیں۔

سوال۔ شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں۔ اورا مبلغ احکام او ندانستہ رقبۂ اطاعت دیگران انداز د و تقلید او لازم شارد و با وجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او بر ندارد۔

جواب۔ اس عبارت میں بھی شنکوتی مولوی نے سخت غلطی کھائی ہے۔ دیکھو صاف لکھا ہے کہ "اورا مبلغ احکام او ندانستہ" الخ یعنے اماموں کو پیغام رساں و مظہر حق نہ سمجھے تو وہ تقلید ممنوع ہے سو ہمکو کچھ مضر نہیں کیونکہ ہم تو اماماں دین کو مظہر احکام و پیغام رساں سمجھتے ہیں۔ ہاں جو شخص زیادہ اعلم وافقہ ہے اسی کی بات کو زیادہ حق پر سمجھتے ہیں۔ مثلاً تمام امت میں سے بعد صحابہ کرام ائمہ اربعہ کو اعلم وافقہ جانتے ہیں اور آئمہ اربعہ میں سے حضرت امام اعظم تابعی رضی اللہ عنہ کو بڑا علامہ وفہامہ وافقہ جانتے ہیں نہ صرف فی زمانہ کے مسلمان بلکہ ہمیشہ ہر صدی میں سب لوگ ایسا ہی کہتے رہے ہیں۔ الامن کان من الشاذۃ۔

پھر دوسرا فقرہ تفسیر کا یہ ہے۔ با وجود ظہور حکم او با حکم خدا یعنے امام کا حکم صاف قرآن کے خلاف ہو

اب سمجھ صرف یہ بات قابل یادداشت ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دیہاتی تفسیر محمدی کی پڑھنے والا اور اردو ترجمہ خوان تو قرآن کو سمجھکر حق بیان کرے اور ایک مجتہد زمانہ علامہ یگانہ نائب پیغمبر فخر المجتہدین قرآن کو نہ سمجھکر خلاف قرآن بیان کرے۔ یا یہ ممکن ہے کہ ایک عظیم الشان مجتہد بلکہ افضل المجتہدین سے تو غلطی واقع ہو اور اُسکی تصحیح و اصلاح ایک تقویت الایمان و نصیحۃ المسلمین پڑہنے والا کرے۔ معاذ اللہ من ذالک۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر کوئی حدیث بظاہر الفاظ قرآنیہ کے خلاف ہو تو کیا وہ جاہل حدیث کو چھوڑ قرآن پر عمل کرلیوے۔ اگر کرسکتا ہے تو غیر مقلدوں سے بڑھکر چکڑالوی حق پر ہوئے کیونکہ غیر مقلدوں نے فقہ چھوڑکر اہلحدیث کا دعوی کیا۔ چکڑالویوں نے حدیث ترک کرکے اہل قرآن ہونیکا دعوی کیا۔ مرزائیوں نے دونوں کو ترک کرکے اہل الہام و نبوۃ و رسالت کا دعوی کیا۔ مگر سب کی اصل ایک ہی ہے یعنے غیر مقلدین پنجاب میں جسقدر ہلاکت و ضلالت میں لوگ گرفتار ہوئے اُنکا سبب صرف ایک محمد حسین بٹالوی ہے۔ (دیکھو رسالہ اشاعت السنہ جلد ۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۸ء مصنفہ مولوی محمد حسین بٹالوی) یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ جسکو اپنی شہرت و عزت طلبی و دولت کمانیکا شوق ہوتا ہے وہ پہلے ہی حنفیوں کے مخالفت و امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عداوت پر کربستہ ہو جاتا ہے۔ یہی شاہ عبدالعزیز صاحب مذکور رسالہ جواب سوالات عشرہ میں لکھتے ہیں لیکن دریں ہر سہ وجہ شرط دیگر ہم است و آن این است کہ تلفیق واقع نشود۔ یعنے بسبب ترکیب صورتے متحقق نشود کہ در ہر دو مذہب روانباشد مانند آنکہ ضد را ناقض وضو ندانند بہمان وضو پس امام بے قرأۃ فاتحہ نماز گذارد کہ در ہیچ مذہب روانباشد وضو بر مذہب حنفی باطل گشت و نماز بر مذہب شافعی۔ اور کہتے ہیں اگر سوائے ایں وجوہ ثلثہ ترک اقتدا حنفی نمودہ اقتدا شافعی نماید باہیچ کسے مکروہ قریب بحرام است زیرا کہ لعب است در دین۔

اب اس عبارت مذکور الصدر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب بھی تقلید شخصی کو ہی واجب سمجھتے ہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اگر کوئی شخص ہمعصر امام صاحب کا جو آپکے علم و فقہ سے حصہ گیر ہو احتیاط و تقوی و اجتہاد میں مثیل ہو وہ آپکے کسی مسئلہ پر کچھ گفتگو کرے۔ مگر ایسا وقوع میں آجتک نہ آیا۔ امام شافعی صاحب جیسے مجتہد نے آپ کی قبر کے پاس صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھی۔ سبب پوچھا تو فرمایا کہ اس امام کے ادب سے نہیں پڑھا (مرقاۃ ملا علی قاری) حالانکہ امام شافعیؒ کے مذہب میں نماز صبح میں دعاء قنوت کا پڑھنا سنت ہے۔ پس جبکہ امام شافعی جیسے جلیل القدر کا یہ حال ہے تو اور کسی کی کیا جرأت ہے۔ امام بخاری وغیرہ تو امام صاحب کے سامنے کسی حساب میں ہی نہیں۔ اگر امام بخاری کو آپ چاہ کی برابر خیال کیا جاوے اور امام صاحب کو ایک سمندر غیر محدود کہا جاوے تو بیشک درست ہے۔ امام بخاری کا وہ قول وہ تحقیق نہایت ہی حق و صحیح ہوگا جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے موافق ہو اور جو قول خلاف ہو وہ بالکل قابل التفات بھی نہیں۔ کیونکہ ایسے شیر ببر (فی العلم) کے روبرو دیگر عام محدثین مثل بخاری وغیرہ مانند عصفور ہیں۔ امام صاحب کا مرتبہ بجز خدا کے کسیکو معلوم نہیں۔ ایسے امام کی قصداً مخالفت کرنا توہین کرنا۔ کمال بدقسمتی و محرومی از رحمت کا باعث ہے۔ ؎ فلعنۃ ربنا اعداد رمل ؛ علی من رد قول ابی حنیفۃ۔

غرضکہ اے دوستو! توبہ کرو بدقوموں بدفرقوں بدمذہبوں سے بچو اُن کے مذہبوں سے اُنکے مذہبی دہوکہ میں نہ آؤ بلکہ اہلسنت یعنے مقلدین میں خالص عقیدہ سچے دل سے رکھ کر اپنا ایمان واسلام مضبوط و ثابت رکھو۔ آمین آمین۔

تمت بالخیر

اللہم اغفر لکاتبہ الفقیر المرجو الی رحمۃ اللہ حبیب اللہ متقی فاضل ... ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ

فہرست کتب موجودہ دوکان عبدالاحد پبلشر و تاجر کتب مال بازار امرتسر

قرآن مجید معرا

قرآن مجید حبوب قلم جلد چرمی بمبئی
〃 〃 جلد پارچہ 〃
قرآن مجید معری حبوب قلم 〃 〃
〃 پونیہ معری جلد چرمی
〃 〃 〃 〃 پارچہ
〃 〃 شیر لنہ 〃 〃 چرمی
〃 〃 〃 〃 〃 پارچہ
〃 پونیہ چرمی
〃 پونیہ بلا شیرازہ
〃 نقل نظامی
〃 ۱۳ سطریہ کلاں چرمی
〃 〃 〃 〃 پارچہ
〃 〃 〃 پارچہ جلد
〃 〃 〃 چرمی 〃
〃 ۱۵ سطریہ چرمی 〃
〃 〃 〃 پارچہ 〃
〃 〃 〃 〃

حمائل شریف

حمائل شریف معرا معری قاہرہ چرمی جلد
〃 پارچہ جلد بمبئی
〃 〃 چرمی 〃
〃 خورد چرمی میرٹھ
〃 خورد پارچہ جلد بمبئی

حمائل شریف مترجم

حمائل شریف عاشق الہی مترجم جلد بعکسی
ایضاً مترجم لودھیانہ مجلد
〃 〃 کانپور بلا جلد
ایضاً مترجم کہ ایک صفحہ پر قرآن شریف دوسرے صفحہ پر ترجمہ

قرآن شریف مترجم

قرآن شریف مترجم فارسی مجلد چرمی
〃 مترجم فارسی و اردو جلد چرمی مع تفسیر عباسی و جلالین ۔ میرٹھ

قرآن مجید مترجم شاہ عبدالقادر صاحب چرمی
ایضاً 〃 معری 〃
〃 〃 بمبئی کلاں 〃
〃 〃 〃 پارچہ جلد

تفاسیر

تفسیر جلالین معری عربی بلا جلد
تفسیر قادری اردو جلد ترجمہ تفسیر حسینی
اردو بلا جلد ۔
تفسیر عزیزی پارہ عم بلا جلد ۔
تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی بلا جلد
تفسیر مرادیہ اردو بلا جلد
تفسیر یعقوب چرخی
تفسیر قادری پنجابی
تفسیر عزیزی پنجابی
تفسیر حقانی پنجابی
تفسیر سورۂ فاتحہ
تفسیر سورۂ یوسف اردو منظوم
تفسیر سورۂ یاسین پنجابی 〃
تفسیر سورۂ مزمل
نظام البیان پارہ اول
تفسیر عزیزی پارہ اول پنجابی

حدیث شریف

صحیح بخاری عربی
جامع صحیح ترمذی 〃
ابوداؤد 〃
مشکوٰۃ شریف 〃
موطا امام محمد صاحب 〃
بلوغ المرام 〃
جامع ترمذی مترجم
ترجمہ مشارق الانوار
ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین
لباب الاخبار
چہل حدیث

شرح صدور ۔ جلال الدین سیوطی

فقہ شریف

ہدایہ شریف عربی
شرح وقایہ نور الہدایہ مترجم
سراجی
علم الفرائض
تسہیل الفرائض
حسامی
نور الانوار
سنن بیہقی
شرح عقائد نسفی
قدوری
منیۃ المصلی
خلاصہ کیدانی

صرف

صرف میر
میزان الصرف
علم الصیغہ
نور محمد دقائق شرح صرف میر
زنجانی
تبیان
زرادی
پنج گنج
فصول اکبری
ابواب الصرف المنشعبہ

علم النحو

شرح ملا
کافیہ مع شرح زینی زادہ
کافیہ
ہدایت النحو
الفیہ

بالاقتراح
درایہ
الہامیہ
مصباح
زیجانی محشی
مراح الارواح

علم ادب

دیوان متنبی
دیوان حضرت علیؓ
میبذی

علم طب

فرس نامہ
زینۃ الحکمی
رسالہ کشتہ جات
رسالہ حیات
دار الشفا پنجابی
خیر سنگھ پنجابی
قرابادین پنجابی
قرابادین کبیر فارسی
قرابادین کبیر اردو
قانونچہ
موجز عربی
زمرد عربی
نفیسی
قرابادین اعظم اکمل
کفایہ منصوری
علاج الامراض
شرح باعیات طب یوسفی
قرابادین قادری فارسی
طب اکبر فارسی
طب اکبر اردو
شفاء الامراض
علم الابدان
علاج الابدان
میزان طب فارسی
میزان طب اردو
طب یوسفی فارسی
طب یوسفی اردو
قرابادین اعظم
مفید الاجسام
تشریح الاجسام
علاج الغربا
قانونچہ اردو
تشریح منصوری اردو
تحفہ محمد شاہی
گلدستہ مجربات
قرابادین شفائی
قرابادین ذکائی
تشریح الاسباب
قرابادین احسانی
قرابادین ویدک ہر سہ حصہ
طب احسانی
علاج الامراض

کتب منطق

قطبی
میر قطبی
بدیع المیزان
مرقات محشی
قال اقول
میباغوجی
میر ایساغوجی
حمد اللہ شرح سلم
قاضی مبارک
مجموعہ منطق
شرح تہذیب
شرح مائۃ عامل
مقامات حریری
ہدیہ محمدیہ

کتب درسی

کریما
پنج گنج
کریما مترجم
خالق باری
مہاری
گلستان
بوستان
زلیخا
بہار دانش
سکندر نامہ مترجم
زلیخا مترجم
گلستان مترجم
بوستان مترجم
نام حق
تحفہ نصائح
اخلاق محسنی
مکتب نامہ

کتب رد غیر مقلدین

فتح المبین ۔ نصرۃ المقلدین
نصرۃ المجتہدین ۔ نظام الاسلام
آفتاب محمدی ۔ شیر رسول
رسالہ تقلید

کتب وعظ

قرۃ الواعظین
انیس الواعظین
تنبیہ الغافلین
فخر الواعظین
قصص المحسنین مولوی عبد الستار
قصص المحسنین دلپذیر
احسن القصص مولوی غلام رسول
داستان امیر حمزہ
فسانہ عجائب
الف لیلہ
مرآۃ العروس
بنات النعش
توبۃ النصوح
آرائش محفل
حاتم طائی

علاوہ ازیں یہاں ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں
راقم عبد اللہ تاجر کتب [illegible]

خاص ایمانداروں کو خوشخبری

تمام احباب شائقین ہمیشہ سے تمنا کرتے تھے کہ کوئی کتاب ایسی تیار ہو کہ جس میں حضرت قبلہ و کعبہ جناب شاہ جماعت علی پوری کے سلسلہ مقدسہ کے حالات تاریخی مرقوم ہوں۔ ہر چند احباب نے سعی بلیغ کر کے کئی قسم کے شجرات طبع کرا کر ہدیہ ناظرین کئے مگر اُن سے احباب کی سیری و تسکین نہ ہوئی۔ چونکہ یہ تاج ہمت ہمارے دوست مولانا مولوی **خیر شاہ صاحب** حنفی نقشبندی امرتسری کو خداوند کریم نے عنایت کرنا تھا۔ لہٰذا اُنھوں نے نہایت محنت و عرقریزی کر کے کتب معتبرہ سے یہ کتاب منتخب کی۔ اور اسمیں بابا جی تیراہی علیہ الرحمۃ کے تاریخی حالات اور حضرت مرشد برحق رہبر صادق جناب فیضمآب قبلہ حاجات کعبہ مرادات

حضرت حاجی حافظ صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علیپوری مدظلہ

کے قدرے ابتدائی حالات بالخصوص وہ حالات جنکی منتظر ہر دم احباب کی آنکھیں تھیں اور ہزارہا دل مشتاق تھے ہر طرف سے خطوط طلبی کے آرہے تھے۔ یعنے حالاتِ سفر جنوبی ہند اور سلسلہ رسولیہ صدیقیہ نقشبندیہ میں صرف اُن حضرات کے تاریخی واقعات جو تیراہی شاخ میں داخل ہیں اور ہر ایک کے مقامِ مدفن و تاریخ وفات اور مختصر کرامات و ارشادات درج ہیں۔ اور شجرہ طیبہ عربی اور اردو نظم بھی بغرض حفظ تحریر کر دیئے ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد کسی اور شجرہ کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور مزید براں اس میں چند مسائل ضروریہ بھی درج ہیں جو کہ ازبس مفید ہیں۔ وہ یہ ہیں (۱) طریقہ رسولیہ صدیقیہ نقشبندیہ کا اصلی مقصد (۲) نماز تہجد کا بیان (۳) بیعت مستورات (۴) حقہ نوشی (۵) آداب پیر و مرید (۶) ذکر کی فضیلت۔ قرآن و حدیث سے اور اُسکے فوائد۔ غرضکہ یہ رسالہ اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ باوجود محنت کثیر قیمت بجائے ایک روپیہ کے صرف ۸/ علاوہ محصول ڈاک کے رکھی گئی ہے۔ شائقین جلد خرید لیں تا کہ پچھتانا نہ پڑے۔

نوٹ۔ چونکہ مصنف نے حق تالیف بندہ کو دیدیا ہے اسلئے کسی صاحب کو اسکے چھاپنے چھپوانے کی اجازت نہیں نہ اسکو چھانٹ کاٹ کر کے شائع کرے۔ بلکہ جسقدر نسخے درکار ہوں راقم سے خرید سکتا ہے۔

راقم عبد الاحد اپیل نویس تاجر کتب ہال بازار امرتسر

لو صاحب! اصلی اور سچے بدعتی تو وہابی ہی نکلے

اے ناظرین اہل دین! مولوی ثناء اللہ صاحب نے اشتہار نمبر ۲ بعنوان "مسلمانوں کی شاہراہ" ۲۵ سطر ۱ میں یوں لکھا ہے "جو کام حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ثابت نہ ہو وہ ہرگز ہرگز نہ کریں"۔ اب ناظرین میرے عزیز ثناء اللہ۔ آدم بھائی سے مفصلہ ذیل مسائل قرآن و حدیث کے ثبوت فرما دیں اور ایک ایک جواب کے بدلے تین تین انعام پائیں۔

(۱) حمائل کو رنگین حاشیہ دار منقش بنا کر فروخت کرنا کیسی بدعت ہے۔ کیونکہ اس قسم کی ہر شکل و نقل کی حمائل نہ پیغمبر کے وقت نہ صحابہ تابعین کے وقت تیار ہوئی۔ خاصکر رجسٹری کرا کر جو گنی قیمت لینا

(۲) اخبار کا لقب اہلحدیث جاری ہونا صحابہ و تابعین کے وقت نہ تھا یہ کیسی بدعت ہے

(۳) سال بھر کی قیمت اخبار پہلے ٹرپ کر لینا۔ آئندہ پھر سے بلا چھپے۔ یہ بیع نہ صحابہ کے وقت نہ کسی حدیث میں جائز یہ بدعت کیسی؟

(۴) اپنے مدمقابل کو انعام نقدی کا وعدہ دیکر جواب طلب کرنا کیسی بدعت ہے

(۵) صبح کو وقت مقررہ پر ہمیشہ قرآن کا ترجمہ مقرر کرنا اور لوگوں کو لصبتاکید بلا تاخیر القرون میں نہ تھا یہ کیسی بدعت ہے

(۶) پیغمبر علیہ السلام کے وقت مسجدوں میں چٹائی دریاں و نلکے پانی کے نہ تھے۔ وہابیوں نے یہ بدعت کیوں قبول فرمائی

(۷) حضور علیہ السلام کے وقت نہ مسجد پختہ تھی نہ اس طرح کے غسلخانے نہ ٹونٹیاں پانی کی۔ وہابیوں نے یہ بدعت کیسے مان لی

(۸) ایک شہر میں بہت مسجدوں میں ایک ہی وقت الگ الگ نماز جمعہ پڑھنا پیغمبر کے وقت نہ تھا۔ وہابیوں نے ہر ایک مسجد میں الگ الگ جمعہ پڑھنے کی بدعت کہاں سے نکالی؟

(۹) حدیث و تفسیر کی کتابوں کو لعبہ ترتیب موجودہ بہیئت کذائی ابواب و فصول و فہرست و ترجمہ و شرح وغیرہ تیار کرنا نہ تو پیغمبر کے وقت تھا نہ صحابہ کے وقت۔ دیکھو وہابیوں نے یہ بدعت کیسے منظور فرمائی؟

مثلاً تفسیر ثنائی۔ تفسیر محمدی وغیرہ ۔

(۱۰) خطبہ کا اردو پنجابی زبان میں ترجمہ کرنا ۔ نہ تو حضور علیہ السلام نے غیر زبان میں ترجمہ فرمایا نہ صحابہ وغیرہ نے ۔ حالانکہ صحابہ نے فارس و روم و ایران وغیرہ میں جمعہ پڑھا اور غیر زبانوں کا موقع پایا مگر ترجمہ ثابت نہیں ۔ وہابیو کہئے یہ بدعت کہاں سے حاصل کی ۔

(۱۱) انجمنوں کے جلسوں میں دور دراز کلکتہ بنگالہ وغیرہ کا سفر کرکے تاریخ و وقت مقرر کرکے شامل ہونا ۔ اور آنے جانے کا سفر خرچ بھی پہلے منگا لینا یہ بدعت کیسے جائز ہو گئی ۔ حالانکہ حدیث بخاری میں صاف وارد ہے لا تشد الرحال الخ

(۱۲) حضور علیہ السلام کے وقت نہ توپ نہ بندوق نہ بم کا گولہ نہ تار پیڈو کشتیاں نہ دخانی جہاز وغیرہ موجود تھے ۔ اس وقت اگر شاہان اسلام زمانہ موجودہ کو جنگ کرنا پڑے سات آلات مذکورہ کو تو بقول وہابی سخت بدعت ہیں ۔ تو اب جنگ کرے یا چپ چاپ دشمن دین کو ملک دیدے ۔ کیونکہ اگر آلات مذکورہ سے کام لیں تو بدعتی دوزخی کا خطاب پائیں اب کیا کریں ۔ اس بیاد آگیا ۔ وہابیوں کی مسجدوں کے شتی کے لوٹے منافقین کے سروں پر زور سے ماریں ہمت مرداں مدد خدا ۔ فتح اسلام ۔ آمین ! اب کہو کل مسلمان بادشاہ اس وقت کے بدعتی ہیں یا نہیں ؟ حسب اصول موضوعہ غیر مقلدین بیشک ہیں ۔

(۱۳) میونسپلٹی میں ممبر بننے کے لئے ہر ایک رذیل کی منت و خوشامد کرنا اور لوگوں کو ہزار ہا صدہا روپے کے مختانہ و خرچ خوراک دیکر اپنے لئے ووٹ (پرچے) حاصل کرنا ۔ یہ بدعت اپنے واسطے کیوں جائز ہو گئی ۔ حالانکہ یہ کوئی دینی مذہبی کام تو نہیں ۔ پھر لوگوں کو کہنا کہ انبیا و اولیا سے مدد مانگنا شرک ہے ۔ اور خود ہر ایک رذیل سے مدد لینا ۔ اسکا ثبوت شرعی کہاں ؟ ۔ ایسا کام تو نہ پیغمبر کے وقت کسی نے کیا نہ صحابہ کے وقت ۔ اب کہو کل ممبران میونسپلٹی بقول تمہارے بدعتی ہیں یا نہیں ؟

(۱۴) مقتدیوں دوستوں کا مال بذریعہ چندہ وصول کرکے انگریزی عدالت میں اسراف کرنا یہ کیسی بدعت ہے ؟ ہاں جناب مسلمانوں کا پیسہ روپیہ غیر دین والوں کے پیٹ میں پہنچانا ایسے کو تو موحد کہتے ہیں ۔ یہ دو مسئلے مولوی احمد اللہ صاحب کے متعلق ہیں ۔

(۱۵) ہر ایک شہر ہر ایک قصبہ میں انجمن بنام کانفرنس اہلحدیث قایم کرنا ۔ ماہواری چندہ لوگوں سے وصول کرنا ۔ سالانہ جلسہ میں لیکچر دینا ۔ یہ بدعت کیسی زمانہ نبوی و صحابہ میں اس طرز اس روش کی

انجمن کہیں تھی۔ کہو کل انجمنیں بدعتی ہیں یا نہیں؟

(۱۶) ابوتراب حکیم دنیانگری نے عورتوں کا ختنہ کرنا واجب لکھا ہے۔ دیکھو اخبار کرزن گزٹ جلد ۲ ۔ سمت وا کتوبر وغیرہ۔ اب کہو کہ واجب کا دعویٰ بدعت ہے یا نہیں۔ کیا کل محدثین کا اجماع وجوب ختنہ عورات پر منعقد ہو چکا ہے۔ واجب کس کو کہتے ہیں۔ اگر واجب ہے تو وہابی کیوں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کا ختنہ نہیں کرتے۔ مستحب ہے تو اس قدر جنگ وجدل اور واجب کو بالکل ترک۔ حکیم ابوتراب سے پوچھو کہ کب عورتوں کا ختنہ کس جگہ سے کس جگہ تک کراتے ہیں۔ بتفصیل کہیں۔

(۱۷) بذریعہ تار خبریں منگوا کر روزہ اور عید وغیرہ کا حکم دیدینا یہ بدعت کیسی۔ زمانہ نبوت وصحابہ میں بذریعہ تار وغیرہ (خصوصاً جبکہ روانہ کنندہ کافر ہو) تو کبھی عبادت کا حکم نہیں دیا گیا۔

(۱۸) بذریعہ بندوق شکار مار کر (جو کسی طرح حلال نہیں) کھانا یہ کیسی بدعت ہے۔ زمانہ نبوی میں تو یہ ثابت نہیں

(۱۹) بذریعہ کل (مشین) آٹا پیس کر کھانا۔ چاول نکالنا۔ کپڑا بننا۔ زمانہ خیر القرون میں تھا یہ بدعت کیسی ہے؟

(۲۰) شادیوں میں پلاؤ زردہ کباب فرنی و چارو وغیرہ تکلف کے کھانے زمانہ نبوی میں نہ خیر القرون میں یہ بدعت وہابیوں نے سب کو واسطے کیوں جائز کر دی۔

(۲۱) کتاب بخاری کو اصح الکتب کہنا یا عقیدہ رکھنا کسی صحابی کا عقیدہ ہے یا بدعت سیئہ ہے یہ جملہ اصح الکتب پہلے پہل کس کی زبان سے صادر ہوا تھا۔

(۲۲) کتب حدیث مثلاً صحاح ستہ وغیرہ کو صرف لوگوں کے کہنے سے صحیح اور سچ مان لینا یہ عقیدہ کیسی بدعت ہے؟

(۲۳) قانون مروجہ کے مطابق اس وقت جج یا مجسٹریٹ یا منصف یا تحصیلدار یا وکیل بننا کسی آیت یا حدیث سے ثابت ہے یا بدعت ہے اگر ثابت ہے تو آیت وحدیث پیش کرو۔ مگر یہ آیت پیش نظر رہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون ھم الفاسقون۔ اگر بدعت ہے تو کیا جس قدر وہابی حکام وقت ہیں سب ہی بدعتی ہیں۔

(۲۴) حکمت وطبابت میں فاحشات وزناکار عورتوں کے علاج میں آنے جانے کی فیس دوا کی قیمت لینا جائز ہے یا بدعت۔

(۲۵) جس شخص کا نام غلام نبی غلام علی (خدا کا بیٹا) یا عبد اللہ یا ثناء اللہ یا محمد دین ہو وہ بدعتی ہے یا نہیں

کیونکہ ایسے نام زمانہ نبوی و صحابہ میں نہ تھے۔ اور جو نام اُس وقت نہ ہو وہ بدعت ہے یا نہیں۔ اب کہ حنفی المحدث کہنا بدعت ہے یا نہیں؟

(۲۷) یہ جو وہابی لوگ چلتی ریل میں نماز پڑھ لیتے ہیں بدعت ہے یا نہیں کیونکہ نہ حضور علیہ السلام کے وقت ریل تھی نہ حضور علیہ السلام نے نماز ریل پر ادا فرمائی۔

(۲۸) تعلیم دین کے مدارس بنانا حسب تقسیم اوقات تعلیم دینا۔ کتابیں درسی مقرر کرنا اور لوگوں سے چندہ وصول کرکے بہ ہیئت موجودہ اُسکے مدرسین کو تنخواہیں دینا۔ یہ نہ تو پیغمبر کے وقت نہ صحابہ کے وقت کیا گیا۔ یہ کیسی بدعت ہے۔

(۲۹) کہتے ہیں صرف تین انگلیوں سے کھانا سنت ہے۔ یہ ڈیڑھ پاؤ کا لقمہ پانچوں انگلیوں سے گلے میں پھینکدینا کیسی بدعت ہے۔

(۳۰) رمضان کی پہلی تاریخ سے تیس تاریخ تک باجماعت تراویح پڑھنا اور مہینہ میں پورا قرآن ختم کرنا کسی حدیث سے ثابت ہے یا بدعت؟

(۳۱) پیغمبر علیہ السلام یا صحابہ کرام کے وقت قرآن پہ اعراب یعنے زیر زبر پیش شد و مد وغیرہ نہ تھے۔ غیر مقلدین جو اپنی مطبوعہ حمائل اور مترجم و غیر مترجم قرآن پر اعراب ڈالتے ہیں یہ کیسی بدعت ہے۔

نوٹ :- یہ بات نہایت افسوس کے ساتھ لکھی جاتی ہے کہ حیا فروشی بھی عجب صفت ہے۔ ابھی چند روز ہوئے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی اپنے شاگرد مولوی فاضل مولوی عبد الرحیم صاحب قادری نقشبندی امرتسری سے **مثیئاً للّٰہ** پر بحث ہوئی۔ ایڈیٹر المحدیث نے سوال کیا۔ مولوی عبد الرحیم صاحب نے جواب میں دعوی بمعہ دلیل قرآن سے پیش کیا۔ جس پر ایڈیٹر نے اعتراض کیا۔ مولوی عبد الرحیم نے نہایت متانت و سنجیدگی سے ایسا جواب باصواب دیا کہ ایڈیٹر صاحب کے کان کھڑے ہو گئے ہوش و حواس باختہ ہو گئے۔ لگے دائیں بائیں دیکھنے۔ آپکے دائیں بائیں دو فاضل موجود تھے۔ جن کو با ترجمہ پوری صرف ونحو بلکہ چہل حدیث بھی یاد ہو گی۔ مگر کسی نے دستگیری نہ کی آخرش لاجواب ہو کر سخت زک اُٹھا کر چلتے بنے کاش! ایسی ذلت کے بعد بھی وہ مناظرے سے شرماتے۔ سچ ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت

ایڈیٹر اہل حدیث کی چونکہ فتنہ و فساد سے گرم بازاری ہے۔ اخبار کی خریداری بڑھتی ہے اسلئے آپکو ہر وقت یہی سوجھتی رہتی ہے ہمنے یہ فیصلہ محض رفع فتنہ و فساد کی غرض سے شایع کر دیا تاکہ امن و صلح ہو

المشتہر فقیر خیر شاہ حنفی نقشبندی امرتسر

(مطبوعہ مجلاتی پریس امرتسر)

مولوی ثناء اللہ صاحب کے فیصلہ منظور کردہ سے بحث کا خاتمہ ہوگیا

ع۔ شکر للہ میان من و تو صلح فتاد

ناظرین پر روشن ہے کہ ایڈیٹر پرچہ اہلحدیث نے عریضہ نمبر ۳ میں دونو پہلو (ایک گریز کا دوسرا فیصلہ کا) کو مدنظر رکھکر پھر جناب محمد دین صاحب شربت فروش کے نام پر اشتہار شائع کیا۔ اس میں شرائط عشرہ مندرجہ اشتہار فقیر کا جواب کافی و وافی تو نہ تھا مگر ایک ہی شرط اتفاقاً قبول فرما کر بحث کا خاتمہ کر دیا یعنی ہمنے گزارش کی تھی کہ فیصلہ کنندگان حضرات علماء مکہ و مدینہ ہوں۔ اس پر ایڈیٹر اہلحدیث نے دبی زبان سے بعد ایک عذر رکیکہ فرمایا کہ ہمکو علماء حرمین کا فیصلہ منظور۔ فقیر مشتہر کی نیت چونکہ صاف اور پاک ہے عام خلقت کی ہمدردی و رہنمائی مقصود ہے۔ اسلئے بغرض رفع تنازع ہم نے اس منظور کردہ فیصلہ کے مطابق فتوائے علماء مکہ شریف شائع کر دیا۔ باقی مسائل کو بھی اسی پر قیاس فرمالیں۔

لے شربت فروشی سے بچ کرنا بیفائدہ ہے بڑے بڑے علماء صلحا کوئی نہ کوئی پیشہ کرتے تھے ہاں اگر محمد دین البقیں لکھتے تو کسی قدر دلشکنی متصور تھی کیونکہ وہ کام اب نہیں کرتے۔ صرف قوم ارائیں ہے۔

سے ایڈیٹر اہلحدیث نے سوچا کہ ایک بار مولوی عبدالصمد صاحب کے مباحثہ میں زک اٹھائی دوسری بار مولوی فاضل مولوی عبدالرحیم صاحب سے شکست پائی۔ اب اگر راقم اشتہار سے بحث ہوئی تو پھر سخت ذلت ہوگی۔ اسلئے بحث سے صاف گریز کیا کیونکہ ہمنے لکھا تھا کہ چونکہ ایڈیٹر اہلحدیث نے اشتیاق مباحثہ پر زور دیا تھا اور ابتدائی چھیڑ چھاڑ بھی انہیں سے ہوئی لوگوں میں فتنہ بھی انہوں نے ڈالا۔ اسلئے ہماری دس شرائط قبول فرما کر تیار ہو جائیں۔ مگر وہ شور زبانی تھا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ کسی نے مکان کی ذمہ داری بھی نہ لی۔ اور ایک آدھ ہی بات کا جواب دیکر چلتے بنے مگر الحمد للہ ہمارا مطلب یعنی صلح و امن و اتفاق کی صورت پھر بھی نکل آئی۔ ورنہ اگر وہ فیصلہ حرمین قبول نہ فرماتے تو بندہ مشتہر بحث کیلئے تیار تھا۔ ایڈیٹر اہلحدیث کی ہر ایک تحریر میں کئی کئی منافقانہ پہلو ہوتے ہیں اور بزعم خود سمجھتے ہیں کہ میری چالبازی پر کوئی واقف نہیں۔ بھیرو سگے کہ خواہی جامہ میپوش ✤ من انداز قدت را میشناسم ✤

سے کیونکہ علماء عرب عرس و نیاز و فاتحہ خوانی وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں۔ ✤

ہاں ایڈیٹر اہلحدیث نے ایک اور بات دریافت فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ وہابی مسلمان ہیں یا کافر۔ جناب من جواباً گزارش ہے کہ یہ امر ہم نے اشتہار سابقہ میں واضح کردیا تھا۔ اگر زیادہ ضرورت خاص اپنے حق میں ہو تو رسالہ اربعین حضرات علماء غزنویہ اور حکیم ابوتراب صاحب کا رسالہ الحق المبین اور رسالہ اتباع سلف علی من خلف مولوی فقیر اللہ صاحب بنگلوری اور رسالہ العزیز بٹالہ جلد ۲ نمبر ۱۶ ص ۱۲ وغیرہ ملاحظہ فرمالیں آپ کو تسکین ہو جائیگی۔ اگر آپ نے تجدید اسلام کرلی ہے تو ہمکو پھر اور کوئی وجہ تلاش کرنا چاہئے۔ مگر تجدید تب ہو جب علی الاعلان توبہ ہو نیز ادہر تو آپ مرزا کو کافر کہتے ہیں ادہر اُن کے معتقدین و مریدین کے پیچھے نماز جائز رکھتے ہیں یہ کیسا کفر۔ شاید اسلیئے کہ مرزائی لوگ آپ کو صلح کل ہردلعزیز جانکر آپکے پیچھے نمازیں پڑھنے لگ جائیں اور وہابی بنجائیں۔ ع۔ این خیال است و محال است و جنوں۔

چونکہ علماء مکہ کے فتاوے عربی میں تھے ہمنے ترجمہ مختصر اردو میں کردیا۔ وہو ہذا

فتاوی علماء مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً دربارہ میلاد شریف

اما القیام اذا جاء ذکر ولادتہ صلے اللہ علیہ وسلم عند قرءۃ المولد الشریف توارثہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ والحکام من غیر نکیر منکر ولا رد راد ولہذا کان مستحسناً ومن یستحق التعظیم غیرہ ویکفی اثر عبد اللہ بن مسعود ما راٰہ المسلمون حسناً فہو عند اللہ حسن یعنی میلاد شریف میں قیام کرنا علماء دین کے نزدیک مستحسن ہے اور اسپر دلیل یہ حدیث ہے۔ جو چیز مسلمانوں کے نزدیک نیک ہے وہ خدا کے نزدیک نیک ہے۔

(حضرت مولانا عبد اللہ سراج حنفی مفتی مکہ)۔

القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم جائز و مستحسن کما ھو مختار العلماء الحرمین والروم والشام والمصریین مقلدی الائمۃ الاربعۃ المجتہدین ان کان علی سبیل المحبۃ ولم یکن علی سبیل الالتزام یعنی حضرت علیہ السلام کے ذکر میلاد کے وقت قیام کرنا جائز و مستحسن ہے چنانچہ اسی پر ہیں علماء حرمین اور علماء روم و شام و مصر مقلدین مذاہب اربعہ۔ (علامہ شیخ عبد الرحمن مفتی مکہ)۔

ان المولد النبوی فصل من السیرۃ النبویۃ ومعلوم استحباب قرءۃ السیرۃ النبویۃ

کلاً او بعضاً واما القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم فہو مقتضی الادب ولاینافی شرعاً
یعنی میلاد شریف کا بیان اور قیام کرنا بوقت ذکر ولادت حضور علیہ السلام مستحب ہے اور طریقہ ادب ہے شرعاً کوئی
وجہ ممنوع موجود نہیں۔ (مولوی محمد بن عبد اللہ ابن حمید حنبلی مفتی مکہ)۔

القیام عند ذکر مولدہ الاعظم جمع من السلف استحسنہ فہو بدعۃ حسنۃ الخ (حضرت شیخ جمال حنفی مفتی مکہ)

ان القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم قیل انہ مندوب وقیل انہ بدعۃ حسنۃ الخ
(حضرت محمد سعید بن محمد وکیل شافعی مفتی و مولانا ابوبکر بسیونی مفتی مالکی)

اما القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد سنہ العلماء واہل العلم تعظیماً
(حضرت مولانا خلف بن ابراہیم حنبلی مفتی مکہ)

خلاصہ ان عبارات کا یہ کہ ذکر ولادت کے وقت سلام و قیام مستحسن مندوب ہے عند العلماء۔

ثم یجب القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم لما استحسنہ العلماء الاعلام وقدوۃ الدین والاسلام
فذکروا عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم یحضر روحہ الشریفۃ فعند ذلک فیجب التعظیم (مولانا حضرت محمد بن
یحیی حنبلی مفتی مکہ) یعنی علماء دین و بزرگان اسلام نزدیک بوقت ذکر میلاد شریف روح نبوی حاضر ہوا کرتی ہے
پس ایسے وقت میں قیام تعظیم لازم ہے۔

القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم استحسنہ کثیر من العلماء یعنی بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام کرنا
مستحسن اور نیک کام ہے نزدیک اکثر علماء کے۔ (حضرت مولوی حسین مالکی مفتی مکہ)۔

ثم القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم استحسنہ العلماء وھو حسن لما یجب علینا من تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی بوقت ذکر ولادت شریف قیام کرنا علماء دین کے نزدیک نیک کام ہے (حضرت محمد عمر بن ابی بکر شافعی مفتی مکہ)

القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قرأۃ المولد الشریف تعظیماً لہ صلی اللہ علیہ وسلم امر لاشک فی استحسانہ
وطلبہ واستحبابہ وندبہ ویحصل لفاعلہ من الثواب الحظ الاوفر والخیر الاکبر الی ان قال واستفید
من مجموع ما ذکرنا استحباب القیام لہ عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم لما فی ذلک من کمال التعظیم لہ صلی اللہ علیہ وسلم
لایقال عند ذکر ولادتہ بدعۃ یعنی میلاد شریف اور قیام سلام نیک کام ہے کرنے والے کو ثواب بڑی ملیگی اور یہ قیام آپ کی
عزت و عظمت کے لیے کیا جاتا ہے۔ اسکو ہرگز بدعت سیئہ نہ کہو۔ (مولانا عثمان دمیاطی شافعی مکی)۔

انعقاد مجلس مولد شریف بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر ولادت کیا جاوے اگر طعام

وشیرینی بھی تقسیم کیجائے تو حرج نہیں۔ اور قیام کو جمہور علماء دین وصلحاء کاملین اور محدثین نے جائز رکھا ہے مخلصاً
(مولوی محمد رحمت اللہ و شیخ عبد الحق مہاجرین مکہ)

یہ تو ہیں علماء حرمین شریفین کے فتاوے اور اگر زیادہ ضرورت ہو تو ہمارا رسالہ مبارکہ الفرقان ملاحظہ فرمائیں۔
حضرت ملا علی قاری محدث (جسکو مولوی ثناء اللہ صاحب بار بار پیش کیا کرتے ہیں) شرح شفا میں لکھتے ہیں۔
روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اہل الاسلام یعنی رسول علیہ السلام کے روح مبارک ہر ایک مسلمان کے گھر میں
حاضر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی کتاب شرح الصدور میں لکھتے ہیں۔ واما مشاہدۃ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم فقد اخبرنی الثقات من اہل الصلاح انہم شاہدوہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
قرأۃ المولد وعند ختم القرآن الخ یعنی بہت سے معتبرین اہل صلاح نے حضور علیہ السلام کا حضوری مجلس میلاد شریف میں
حال کی۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رسالہ جامع البرکات میں لکھتے ہیں۔ وی صلی اللہ علیہ وسلم بر احوال و افعال امت
خود مطلع است و بر مقربان و خاصان درگاہ خود مفیض و ممد و حاضر و ناظر است۔ یہی بیان حضرت شاہ عبد العزیز
محدث دہلوی تفسیر عزیزی بذیل آیہ ویکون الرسول علیکم شہیداً لکھتے ہیں۔ اور یہی بیان محمد عبد الحق
مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں پس حسب منظور کردہ فیصلہ فریقین ثابت ہوگیا کہ میلاد شریف جائز ہے کیونکہ علماء اہل سنت
خصوصاً حضرات اہل حرمین ہمیشہ کرتے اور جائز سمجھتے ہیں۔ خدا کرے میرے عزیز آدم بھائی مولوی ثناء اللہ صاحب کو
اصلاح کا خیال اٹھے۔ اور آیندہ پرچہ بازی بند کر دیں۔ اور انکے کل فتنہ سازی و پرچہ بازی کا خیال دور ہو جائے۔
اگر آپنے کچھ لکھنا ہو تو لازم ہے کہ آیندہ اشتہار بازی بند کر کے ہماری طرف براہ راست دستی یا بذریعہ ڈاک قلمی تحریر روانہ
فرما کر سب باتوں کا فیصلہ طے فرمالیں تا کہ قبل از مرگ آپ واویلا نہ مچائیں۔ ہمیں بھی بموجب عریضہ نمبر ۴ جواب دینے اور
پوچھنے کا حق حاصل ہے۔ حضرت قبلہ و کعبہ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین جناب حافظ حاجی صوفی مولوی سید
جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی قادری محدث علی پوری مدظلہ اس سے پہلے ہی مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ حضور والا ممدوح الشان
کے بالمقابل ایڈیٹر اہلحدیث کی وقعت تو مچھر کے برابر بھی نہیں۔ اسکی تو اخباری دنیا میں ایڈیٹری حیثیت مسلم ہے
نہ دینی حیثیت۔ کیونکہ خاص و عام اسکی توہیت و حرفت و اصل و نسل و حال چلن و معاملات ظاہری و باطنی سے خوب واقف ہیں۔
میرے عزیز ہم تو دعا اور دوا دونو کو سنت سمجھکر کرتے ہیں شافی مطلق خدا ہے واحد ہے۔ اگر جناب کو شک ہے
تو آزمالیں۔ ہم تو ہر ایک ہتھیار (دعا۔ دوا (علاج وغیرہ) سے تیار ہیں۔ ہاں ذرا کچھ پہنے تکلیف برداشت کرنی پڑیگی
تعویذ ہم ومعوال کرلینگے۔ آپ اس سے ڈرین فقط والسلام۔ المشتہر فقیر خیر شاہ حنفی نقشبندی مجددی امرتسر